ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

راہ خدا کی طرف دعوت حکمت اور اچھے اسلوب کے ساتھ دو (القرآن)

دینی فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہی

دعوتِ حق

ادارہ دعوتِ حق

منوروا شریف ضلع سمستی پور۔ بہار (الھند)

تاریخ کے جھروکوں سے ----------

مروجہ دعوت و تبلیغ نمبر

خراب جان کر جس کو بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہو گی

(نوٹ) آج سے چودہ سال قبل اس رسالہ کے ذریعہ جن حقائق و خدشات کا اظہار کیا گیا تھا آج وہ ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور زبان زد عام و خاص ہیں، اس لئے نفع عام کے لئے اس رسالہ کو دوبارہ منظر عام پر لایا گیا ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" (القرآن)

راہ خدا کی طرف دعوت دو حکمت اور اچھے اسلوب کے ساتھ

دینی، فکری اور اصلاحی ترجمان

دعوت وتبلیغ نمبر

خصوصی شمارہ

سہ ماہی

دعوتِ حق

جلد ۱، شمارہ ۱ ماہ محرم، صفر وربیع الاول ۱۴۲۴ھ مارچ اپریل مئی ۲۰۰۳ء

زیر نگرانی: مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

مدیر اعزازی
مولانا احمد نصر بنارسی

مدیر مسئول
رضوان احمد قاسمی

مجلس ادارت

مولانا حبیب الرحمن ثانی (لدھیانہ) ☆ مولانا فاروق مجاہد القاسمی (شعلہ پور) ☆ مولانا محمد اہل اللہ (تمل ناڈو)
قاری شوکت علی صاحب (میسور) ☆ مولانا محفوظ عالم (سہارن پور) ☆ مولانا حکیم محمد یعقوب (الہ آباد)
☆ مولانا محمد افضال الحق (جلال آباد) ☆ مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی (دربھنگہ) ☆ مولانا ابوبکر قاسمی الخطاط

زر تعاون: فی شمارہ: ۱۵ روپے ☆ سالانہ: ۵۵ روپے ☆ بیرون ملک سالانہ ۱۵ امریکی ڈالر
تعاون خصوصی: ☆ اندرون ملک ۱۰۰۰ روپے ☆ بیرون ملک ۲۰۰ امریکی ڈالر

☆ رسالہ کے تعلق سے کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی روسڑا کی عدالت ہی میں کی جا سکے گی۔
☆ مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

مراسلت کا پتہ

مندرجات

سلسلہ	مضمون	مضمون نگار	صفحات
۱	اداریہ	نگران رسالہ	۳
۲	عہد نبوی کا نظام دعوت واصلاح	مولانا تنظیم عالم قاسمی	۷
۳	دعوت وتبلیغ کا تاریخی تسلسل	مولانا رضوان احمد قاسمی	۱۴
۴	میرے چچا جان	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۴
۵	حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی اصولی ہدایات	ادارہ	۳۲
۶	کلمہ اور نماز کی دعوت پورے اسلام کی دعوت ہے	مولانا اخلاق حسین قاسمی	۴۴
۷	ایک خط۔ علماء اور اکابرین امت کے نام	نگران رسالہ	۵۱
۸	سوالنامہ بہت مفید اور ناقابل انکار شکایات.....	مولانا مفتی عبد القدوس رومی	۵۶
۹	ایسا شخص لقمہ نہ دے جو جماعت میں شریک نہ ہو	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۶۱
۱۰	ان میں کوئی بات منکرات کے قبیل کی نہیں ہے	مولانا برہان الدین سنبھلی	۶۲
۱۱	بدعت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں	مولانا اعجاز احمد اعظمی	۶۳
۱۲	بلاشبہ بہت سی کمزوریاں ہیں لیکن.....	مولانا عبید اللہ الاسعدی	۶۴
۱۳	اصولی طور پر آپ کی دعوت صحیح ہے	مولانا نور عالم خلیل الامینی	۶۵
۱۴	مذکورہ حقائق ناقابل انکار ہیں	مولانا محمد سالم صاحب القاسمی	۶۶
۱۵	علماء کرام اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں	مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۶۷
۱۶	اصلاح ناگزیر ہے	ڈاکٹر مسعود عالم قاسمی	۶۸
۱۷	احرار کا ہر ممبر اس کی تائید کرتا ہے	مولانا خمیر مجاہد جونپوری	۷۰
۱۸	خواص کے ذریعہ ان کمزوریوں کو دور کیا جائے	مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی	۷۱
۱۹	بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی ضرورت	الحاج ابراہیم یوسف باوا تبلیغی	۷۲
۲۰	بے اعتدالیوں کا سد باب ضروری ہے	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۷۶
۲۱	مستورات کی تعلیم وتبلیغ	مولانا احمد نصر بناری	۸۴
۲۲	تبلیغ وتعلیم کے لئے عورتوں کا سفر جائز نہیں	مولانا فاروق المجاہد القاسمی	۸۷
۲۳	قادیانیوں کا جلسہ ناکام	مجلس احرار لدھیانہ	۹۴
۲۴	ہمارے ذیلی مراکز	ادارہ	۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

خود احتسابی کی ضرورت

یہ امت مسلمہ کے زوال کا دور ہے' دہائیوں نہیں بلکہ صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ اب اپنی آخری حدود کو چھو رہی ہے' حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔ امت کا ملی تشخص اور امتیاز خطرے کے نشان پر ہے' ہزار تدبیریں کی جاتی ہیں۔ مگر تقدیر کے سامنے سب تدبیریں بے بس ہیں۔ مسلمان پریشان ہیں کہ آخر اس دور کا اختتام کب ہوگا؟ اور نصرت الٰہی اپنے کمزور بندوں پر کب نازل ہوگی؟

عقل حیران ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اللہ والوں کے ساتھ اللہ کے وعدے بظاہر پورے نہیں ہو رہے ہیں؟ جو جتنا صاحب ایمان ہے اتنا ہی حالات سے دوچار ہے

ع مقرباں را بیش بود حیرانی

آزمائشیں اللہ والوں ہی کے لئے ہیں مسائل انہی کے لئے ہیں جو اللہ کا کام کرتے ہیں اور جو اللہ سے جتنا دور ہے وہ بظاہر اتنا ہی مسرور ہے۔۔۔ وسائل واسباب کی فراوانی انہی کو حاصل ہے جو کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ اور حالات انہی کے حق میں ہیں۔ جو اپنے کو حالات کے دھارے پر چھوڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ ایک عجیب کشمکش کا دور ہے۔۔۔۔ شاید اتنا مشکل دور اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔۔۔۔ تجربے سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس دور میں ایمان پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ آگ کا انگارا ہتھیلی پر رکھنا۔۔۔۔۔

ایسے موقعہ پر ضرورت ہے کہ انسان صدق دل سے متوجہ ہو اور اپنی ایمانی زندگی کا احتساب کرے۔ اپنی داخلی چھوٹی چھوٹی کمزوریوں پر نگاہ ڈالے جن کی طرف عام حالات میں نگاہ نہیں جاتی جن کو لوگ بالعموم نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن جب آدمی امتحان کی منزل میں ہو اور

آزمائش کے دور سے گذر رہا ہوتو اس کی ہر بھول قابل گرفت ہوتی ہے۔اس کی معمولی غلطی بھی نظر انداز نہیں کی جاتی ہے۔۔۔۔جبتک انسان خود احتسابی کے لئے تیار نہ ہوگا وہ ساری دنیا کے احتساب کا اہل نہیں ہوسکتا۔

خود احتسابی کا یہی وہ احساس ہے جس نے "دعوت حق" کے نام سے ہمیں ایک نئے رسالے کے اجراء پر آمادہ کیا' ورنہ اردو صحافت کی دنیا میں رسائل اور جرائد کی کمی نہیں ہے اور ایک پر ایک رسالے موجود ہیں۔لیکن ایسا رسالہ جو ہماری داخلی زندگی کی دینی وفکری کمزوریوں پر پورے انصاف اور دیانت اور پوری جرأت وحق پسندی کے ساتھ روشنی ڈالے اور ان کا علاج تجویز کرے' جو جماعتی اور علاقائی عصبیت سے بے نیاز ہوکر محض حق برائے حق کی تلقین کرے۔ جو جھوٹی مصلحتوں اور مصنوعی حکمتوں کا لبادہ اوڑھنے کے بجائے مشکل سے مشکل حالات میں بھی کلمہ حق کا فریضہ ادا کرنا نہ بھولے۔۔۔۔مجھے معاف کیجئے۔۔۔شاید میرے علم ومطالعہ کی کمی ہو۔۔۔صحافت کی اس بھری پُری دنیا اور میڈیا کے اس مصروف ترین دور میں ایسے رسالے کمیاب نہیں نایاب ہیں' سب کے اپنے اغراض ومقاصد ہیں اور وہ تمام اغراض ومقاصد اپنی جگہ بے انتہا اہم ہیں۔ان کی بھی اس دور کو ضرورت ہے۔اور ہمیں ان اغراض ومقاصد میں ان تمام رسالوں کا تعاون کرنا چاہیے۔۔۔لیکن ایک ایسا رسالہ جو اس دور کی پیداوار ہو' جو خود احتسابی کا نتیجہ ہو' جو معرفت حق کے ساتھ معرفت نفس کا بھی درس دے جو باہر کے ساتھ اندرونی حالات و کیفیات کی بھی عکاسی کرے۔جو انصاف کے باب میں جماعتی امتیاز کا قائل نہ ہو' جو دعوت وتبلیغ کا علمبردار ہو مگر اس کو ایک شکل میں محدود کرنے کے بجائے اس کو پوری وسعت کے ساتھ برتنے کا قائل ہو' جو ہماری دینی ودعوتی زندگی کے تمام شعبوں میں پھیلی ہوئی کمزوریوں کا احتساب کرے جسے لومۃ لائم کی پرواہ نہ ہو جو بزرگوں اور سلف صالحین کی روایات کا پابند ہو' جو حقیقی

اور غیر حقیقی درآمدات میں امتیاز کرنے کا شعور پیدا کرے۔جو آفاق سے زیادہ انفس پہ نگاہ رکھے اور دوسروں سے زیادہ خود کو تلقین کرے۔

یہ ہیں اس رسالہ کے امتیازات وخصوصیات اور ہمارے اغراض ومقاصد۔

اگر اللہ کا فضل اور آپ مخلصین کا نیک تعاون شامل حال رہا تو آئندہ بھی یہ رسالہ اسی طرح ہمارے سماج میں پھیلی ہوئی کمزوریوں پر اپنی پیشکش جاری رکھے گا۔ان شاء اللہ۔

سب سے پہلے جماعت تبلیغ کو بطور خاص موضوع بحث اس لئے بنایا گیا کہ یہ ہماری سب سے بڑی دینی اور عوامی جماعت ہے اس کا دائرہ اثر کافی وسیع ہے اس لئے اس کی معمولی فکری یا عملی کمزوری کا اثر بھی زیادہ بڑی سطح پر ہوتا ہے آج کے عمومی زوال وانتشار اور ابتلاء و آزمائش کے مشکل ترین دور میں ضرورت تھی کہ پہلے ہم اپنی اس جماعت کا احتساب پیش کریں جس کے اثرات سب سے زیادہ عام ہیں ممکن ہے کہ ہماری سب سے بڑی دینی جماعت کی کمزوریوں کی اصلاح ہمارے دور زوال کے خاتمہ کا سبب بن جائے اور اللہ اس جماعتِ خیر کی برکت سے پوری امت مسلمہ کو عظمت وسرفرازی سے نواز دے۔آمین۔

اسی امید وبیم کے احساسات کے ساتھ ہم اس رسالہ کو عام مسلمانوں کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔۔۔۔اس میں نہ کوئی راز ہے کہ انکشاف راز کا جرم عائد ہو۔۔۔۔اور نہ کسی سے عداوت ودشمنی ہے کہ ہماری مخلصانہ معروضات پر فریق کی حیثیت سے نگاہ ڈالی جائے۔۔۔ اور نہ شہرت وجاہ کی طلب ہے کہ اس کی کوئی امید نہیں۔۔۔یہ راستہ تو صرف کانٹوں سے لبریز ہے۔۔۔یہاں مخالفتوں کے اندیشے ہیں۔۔۔جارحانہ حملوں کا خوف ہے۔۔۔۔دوست کو دشمن سمجھ لئے جانے کا ڈر ہے۔۔۔کمزوری کو ہنرمان لینے کا خطرہ ہے۔۔۔اور حق وانصاف کو جماعت کا اسیر بنادئے جانے کا اندیشہ ہے۔۔۔اس لئے کون ہوگا جو شہرت وجاہ کے لئے یہ احمقانہ راستہ اختیار کرے؟۔۔۔

قارئین سے پوری دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ یہ گذارش ہے کہ حق وانصاف کے جذبہ سے رسالہ کا مطالعہ فرمائیں اور اگر اس سے اتفاق ہو تو تعاون فرمائیں اپنے احساسات کے ذریعہ۔۔۔۔خریدار بن کر۔۔۔۔دوستوں کو توجہ دلا کر۔۔۔۔ہمیں اپنے خطوط لکھ کر اصلاحی کوششوں کے ذریعہ۔۔۔۔اور اگر کسی بات سے اختلاف ہو تو وہ بھی بے تکلف تحریر فرمائیں۔ ہم آپ کے جذبات وخیالات کا احترام کریں گے آپ کے خیالات سے خود بھی مستفید ہونگے اور دوسروں کو بھی مستفید کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

میں ایک زمانہ سے جماعت تبلیغ سے وابستہ رہا ہوں' عہد طالب علمی سے عہد تدریس تک کئی بار جماعتوں کے ساتھ نکلا ہوں عرب کی جماعت میں بھی رہا ہوں دارالعلوم دیوبند سے علماء اور طلباء کی جماعت کے ساتھ مرکز نظام الدین میں رہنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے میں نے محسوس کیا کہ بعض لوگوں میں جماعت کے طرز عمل کے تعلق سے بعض احساسات پائے جاتے ہیں جن میں بعض میں کچھ واقعیت بھی موجود ہے لیکن جماعتی مفاد اور خدمت دین کا تقاضا تھا کہ علماء اور اکابر سے رجوع کر کے ان احساسات کی تلافی کی جائے چنانچہ میں نے گذشتہ دنوں ان احساسات کو اپنے بعض بزرگوں اور ہندوستان کے ممتاز علماء کو خط کی صورت میں ارسال کیا۔ بعض بزرگوں کو فرصت نہیں ملی' بعض نے ضرورت نہیں سمجھی اور بعض کو کوئی اور وجہ پیش آ گئی لیکن جن بزرگوں کے جوابات ملے ان سے محسوس ہوا کہ کچھ کھٹک ان کے دلوں میں بھی ہے البتہ اس کے اظہار کے سلسلہ میں اختلاف رائے ہے۔ بعض اس کا اظہار مناسب سمجھتے ہیں اور بعض نہیں سمجھتے۔ بہر حال دعوت وتبلیغ کے تعلق سے دیگر اہم ترین مضامین کے علاوہ وہ خط اور اس کے جوابات بھی آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ جو اس رسالہ میں آپ مطالعہ کریں گے اور جماعت کے تعلق سے اصلاح پسندانہ رجحانات سے آپ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔　　(نگران اعلیٰ)

عہد نبوی کا نظام دعوت واصلاح

جناب مولانا　تنظیم عالم قاسمی
استاذ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد

بعثت نبوی کا اصل اور بنیادی مقصد دین حق کی تبلیغ واشاعت' وحدانیت اور عظمت الٰہی کا اعلان اور خدا کی نافرمانیوں سے روئے زمین کو پاک کرنا ہے' قرآن نے متعدد جگہوں پر اس مقصد کو واضح کیا ہے" **یاَیُّھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس** "(مائدہ/۱۰)" اے خدا کے پیغام کو پہنچانے والے! تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف ہے اس کو پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا اور خدا لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا"۔۔۔ "**فادع فاستقم کما امرت** "(شوریٰ/)" لوگوں کو دعوت دے اور مضبوط قائم رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے"۔۔۔ "**فذکر بالقرآن من یخاف وعید** "(ق/) قرآن سے سمجھاؤ اس کو جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے"۔۔۔ "**تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا** "(فرقان/) بابرکت ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں امتیاز بتانے والی کتاب اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر نازل کی تاکہ وہ سارے جہاں کے لئے ہشیار و آگاہ کرنے والا ہو"

ان کے علاوہ بیسیوں آیتوں میں اس فرض کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔ لفظ 'تبلیغ' کے علاوہ انذار' تذکیر اور دعوۃ کو بھی قرآن نے اس معنی میں استعمال کیا ہے اور مختلف اسلوب و انداز اور متعدد تعبیرات سے دعوت وتبلیغ کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور اس کے متعلق واضح احکامات دیے ہیں' یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد سے وفات تک دعوت وتبلیغ کو اپنا مشن

بنایا اور اس کے لئے وہ جدوجہد کی کہ اقوام و مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی' امت کا درد اس کی تڑپ اور اپنی ذمہ داری کا کتنا احساس تھا اس کا اندازہ خدا کے اس تسلی آمیز خطاب سے ہوتا ہے "لعلك باخع نفسك ألا يكونوا مؤمنين "(شعراء) "کیا اس بات پر آپ اپنی جان گھونٹ ڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے" یہی مفہوم سورۂ کہف کی ایک آیت میں بھی ہے "فلعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يؤمنو بهذا الحديث اسفا "(کہف) "تو کیا آپ ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اپنی جان افسوس کر کے گھونٹ ڈالیں گے"۔

داعی اسلام آنحضرت ﷺ نے مکہ میں رہ کر مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو بیدار کیا' حج کے موسم میں عرب کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر حق کا پیغام پہنچایا اسی زمانہ میں یمن اور حبشہ تک آپ ﷺ کی آواز پہنچ گئی اور لوگ تلاش حق کے لئے آپ کے پاس آئے' جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے انتھک کوشش کی' قریش مکہ اور یہودی دوسرے قبیلوں تک اسلام کے پہونچنے میں سدراہ بنے رہے' پھر بھی مبلغ اور داعی بھیج بھیج کر مختلف قبیلوں تک دعوت اسلام پہنچائی گئی' عرب اور بیرون عرب اسلام کے واعظ' قاصد اور معلم بھیجے گئے اور دنیا کے امراء و سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے گئے اور عربوں کے علاوہ ویلم' ایران' حبش اور روم کے طالبین اسلام لائے اور فیضان حق سے سیراب ہوئے ــــ اس دور کا حال یہ تھا کہ کوئی اسلام میں داخل ہوتا تو وہ خود اسلام کا داعی بن جاتا اور اس راہ پر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا جب صفر ۴ھ میں ابو براء کلابی کی درخواست پر اسلام کی دعوت و تعلیم کے لئے حضور ﷺ نے ستر حفاظ کو بھیجا تو بئر معونہ پر پہنچ کر بنی سلیم' عصیہ اور رعل و ذکوان کے قبائلی لوگوں نے دھوکہ دیا اور وہیں سارے حضرات معلمین شہید کر دیئے گئے' اسی طرح عضل و قارہ کی طلب پر مبلغین کی ایک جماعت کو حضور ﷺ نے رخصت کیا تھا لیکن مقام رجیع پر ان کے ساتھ بھی شہادت کی وہی تاریخ دہرائی گئی ــــ ان کے علاوہ جو ممالک زیر اثر آتے تھے

اور وہاں زکوۃ اور جزیہ کے وصول کرنے کے لئے عمال بھیجے جاتے تھے' وہ اکثر اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس' زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی' اس کے ساتھ وہ عالم اور حافظ بھی ہوتے تھے اور اس لئے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ و تعلیم اور اسلام و مسلمین کی خدمت بھی انجام دیتے تھے' ان میں سے بعض کے مشہور نام یہ ہیں۔

	داعی	مقام		داعی	مقام
۱	مہاجر بن ابی امیہ	صنعا یمن	۹	علی بن ابی طالب	قبیلۂ ہمدان' مذحج' وجذیمہ
۲	زیاد بن لبید	حضر موت			
۳	خالد بن سعید	صنعا یمن	۱۰	مغیرہ بن شعبہ	نجران
۴	عدی بن حاتم	قبیلۂ طے یمن	۱۱	وبر بن یُحنّس	ابنائے فارس
۵	علاء بن حضرمی	بحرین	۱۲	محیصہ بن مسعود	فدک
۶	ابوموسیٰ اشعری	زبید وعدن	۱۳	احنف	قبیلۂ سلیم
۷	معاذ بن جبل	جند	۱۴	خالد بن ولید	اطراف مکہ
۸	جریر بن عبداللہ	ذوالکلاع حمیری	۱۵	عمرو بن العاص	عمان
			۱۶	مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن عبد کلال شہزادۂ یمن

بعض رؤسائے قبائل بھی بارگاہ نبوت میں آ کر مسلمان ہوئے اور کچھ روز یہاں قیام کر کے اپنے اپنے قبائل میں بغرض دعوت واپس ہوئے ان میں سے چند نام یہ ہیں

(۱) طفیل بن عمرو دوسی — قبیلۂ دوس

(۲) عروہ بن مسعود — ثقیف

(۳) عامر بن شہر — ہمدان

(۴) ضمام بن ثعلبہ — بنو سعد

(۵) منقذ بن حبان — بحرین

(۶) ثمامہ بن اثال — اطراف نجد

مذکورہ حضرات کے علاوہ تاریخ وسیر میں بہت سے ایسے افراد کے تذکرے ملتے ہیں جنہوں نے از خود حضور ﷺ کے حکم سے اس فرض کو انجام دیا اور اپنی شب وروز کی کوشش سے عرب سے باہر ایران، شام، مصر، حبش ہر جگہ اسلام کا پیغام پہنچایا۔

مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ تبلیغ اور اصلاح میں اہم ترین چیز تبلیغ کے اصول اور اس کا طریق کار ہے جو دعوت شریعت کے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں ہوگی وہی اصل دعوت اسلامی ہے۔ اصولوں سے انحراف کر کے خواہ کتنا ہی بڑا کام کرلیا جائے وہ حقیقی دعوت کا مقام نہیں پاسکتی اسی لئے قرآن نے تبلیغ کے ساتھ اس کے اصول وضوابط کی بھی تعلیم دی ہے ارشاد باری ہے "ادع الیٰ سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن" (نحل/۱۲۶) "اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ سے بلا اور ان سے یہ بحث خوش آئند طریقہ پر کر"۔ اس میں داعی کی ذات اس کے اوصاف واحوال، کردار وگفتار اسلوب وانداز اور اس کے مزاج ومذاق کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ ضرورت ہے کہ داعی نرمی اور خیر خواہی سے باتیں کرے، مصلحت اور حالات پر گہری نظر ہو، مزاج شناس ہو اور دلوں کو اپیل کرنے والی صلاحیت کا حامل بھی ہو کہ لوگ داعی کی ذات اور اس کی دعوت میں اپنے لئے کشش محسوس کرسکیں، سختی اور شدت کا طریق کار دوسرے کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتا ہے، بات چاہے حق ہو لیکن کڑوی گفتگو ضد اور ہٹ دھرمی کا ماحول پیدا کرتی ہے اور اس طرح وعظ ونصیحت کا اثر ختم ہوجاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو نرم گفتگو کی تاکید کی، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون جیسے سرکش کے سامنے جانے کا حکم دیا تو ساتھ ساتھ یہ بھی ہدایت دی "اذهبا الیٰ فرعون انه

طغیٰ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى" (طٰہٰ) "تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اس نے سرکشی کی ہے، تو اس سے نرم گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے"۔

فرمان نبوی میں بھی یہ ہدایتیں ملتی ہیں جب حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو داعی بنا کر یمن کے لئے روانہ کر رہے تھے تو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی "یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا" (بخاری ۲/۶۲۲) "دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرنا، سخت بنا کر نہیں، لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا"۔

یہ وہ تبلیغی اصول ہیں جن کی رعایت سے وعظ ونصیحت میں روح پیدا ہوتی ہے مخاطب میں سننے اور ماننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہی وہ طریقہ کار تھا جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ نے عرب جیسی بنجر زمین میں دلوں کو فتح کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا عرب حضور ﷺ کا شیدائی بن گیا، آپ ﷺ کی دعوت اور طریق تبلیغ میں صبر وتحمل، حکمت ومصلحت، لطف وشفقت، رحم وکرم اور مہر ومحبت کی تعلیم نمایاں طور پر ملتی ہے، قرآن مجید نے اس نکتہ کو بھی بیان کیا ہے "ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك" (آل عمران/۱۵۹) "اور محمد! اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے"۔ آپ ﷺ کی یہی وہ معجزانہ کشش تھی جو لوگوں کو کھینچ کھینچ کر دائرہ اسلام میں داخل کرتی تھی، نفرت وعناد سے لبریز دل لمحوں میں بدل جاتے اور حضور ﷺ کے سچے عاشق بن جایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کے طریق دعوت اور آپ کی حکمت عملی کی چند مثالیں

(۱) حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان شخص نے حضور ﷺ سے زنا کی اجازت طلب کی، صحابہ کرام کو ناگوار گذرا، اس لئے صحابہ نے اس سوال پر ان کی نکیر کی، حضور ﷺ نے اس شخص کو قریب بلا کر فرمایا، کیا تم اپنی ماں سے زنا پسند کرتے ہو، جواب دیا نہیں، پھر

آپ ﷺ نے یہی سوال بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں کیا، ہر سوال کا یہی جواب تھا لا واللہ نہیں خدا کی قسم! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم پسند نہیں کرتے ہو تو اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ ان کی ماں، بیٹی، بہن، خالہ اور پھوپھی کے ساتھ زنا کیا جائے اور جس سے تم زنا کرو گے وہ یا تو کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کی بیٹی، کسی کی خالہ یا پھوپھی ہوگی، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کی ہدایت اور طہارت قلب کے لئے دعا کی، روایت میں آتا ہے کہ اس کے بعد اس نوجوان کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں گذرا (مسند احمد ۵/ ۵۷_۲۵۶)

(۲) حضرت عثمان بن ابی العاص کا بیان ہے کہ طائف کا وفد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز معاف کردی جائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو وہ دین کس کام کا لا خیر فی دین لا رکوع فیہ پھر انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے آپ نے یہ دونوں شرطیں قبول کرلیں اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے، محدثین لکھتے ہیں کہ نماز چوں کہ فوراً واجب ہوتی ہے اور دن میں پانچ دفعہ واجب ہوتی ہے اس لئے اس میں نرمی نہیں برتی گئی، اور جہاد کی شرکت چوں کہ فرض کفایہ ہے اور زکوۃ و عشر کے وجوب میں تاخیر کی گنجائش ہے اس لئے آپ ﷺ نے ان دونوں میں نرم پہلو اختیار کیا، اس سے تبلیغ کے حکیمانہ اصول کا سبق ملتا ہے۔ (جمع الفوائد ۱/ ۳۷۸)

(۳) حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ مسجد نبوی میں حضرات صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا اور نماز و دعا سے فراغت کے بعد مسجد میں پیشاب کردیا، صحابہ کرام مسجد کی اس بداحترامی پر برہم ہوئے اور زدوکوب کے ارادہ سے لپکے، لیکن رحمت دو عالم ﷺ نے منع کیا اور فرمایا انما

بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین تم دنیا میں آسانی پیدا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو، مشکلات و مصائب کے لئے نہیں۔ (ترمذی ۱/ ۳۸)

(۴) آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا "تم ایسے لوگوں میں جارہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں، جب وہاں تم پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوۃ بھی فرض کی ہے جو دولتمندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال چھانٹ کر نہ لینا اور مظلوم کی بددعاء سے بچنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ (بخاری شریف ۲/ ۱۶۳)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نئی قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے تمام احکامات کا بیک وقت ذکر نہ کیا جائے بلکہ رفتہ رفتہ وہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔

اس طرح کی درجنوں روایتیں اور واقعات ہیں جن سے تبلیغ کے اصول اور اس کے طریق کار کو سمجھا جاسکتا ہے۔ آج دعوت و تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ داعی، دعوت اور طریق دعوت تینوں چیزیں طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں جس حد تک اس کا طریقہ حضور کے طریقہ سے ملا ہوا ہوگا اسی قدر دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی، داعی (خواہ وہ جماعت ہو یا فرد) کو ہر وقت اپنا احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ اس کا کون سا عمل اسوۂ نبوت سے مطابقت رکھتا ہے اور کیا کبھی کسی درجے میں کسی قسم کا انحراف تو سرزد نہیں ہوتا؟___ اسی طرح اس کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دعوت دین کی طرف دی جائے جماعت کی طرف نہیں۔ دین اور جماعت کا واضح فرق اگر داعی کے ذہن و دماغ میں نہ ہو تو بڑے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین

”دعوت و تبلیغ کا تاریخی تسلسل ــــ عہد تابعین سے آج تک“

رضوان احمد قاسمی (مدیر رسالہ)
منوروا شریف۔ سمستی پور۔ بہار

ایمان و اعمال کے دل نواز جھونکے تاریخ اسلامی کے ہر دور میں چلتے رہے ہیں کبھی مختصر مدت کے لئے کبھی طویل مدت کے لئے تاہم کوئی موسم خزاں ان سے خالی نہ رہا مادیت و نفس پرستی پہ کاری ضرب لگتی رہی اور ظلمت و ضلالت کا طلسم ٹوٹتا رہا چنانچہ زمانہ رسالت سے آج تک ہر دور میں ایسی بے شمار دلآویز شخصیات کی فہرست موجود ہے جنہوں نے ظلمت زدہ وادیوں کو اپنے ید بیضا کی روحانی طاقتوں سے بقعۂ نور بنا کر رکھ دیا اور تغیر پذیر حالات کے تناظر میں ہر ایک نے اپنے فرائض منصبی کو کچھ اس انداز سے نبھایا کہ دنیا کی دوسری قوموں میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اس امت کا طرۂ امتیاز بھی تو یہی ہے کہ ”**تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر**“ لہٰذا اچھی باتوں کی دعوت و تبلیغ اور بری باتوں سے روکنے کی مسلسل تاریخ اگر ہمارے پاس ہے تو یہی ہونا بھی چاہئے ورنہ اس امت کا امتیازی نشان خطرہ میں ہوتا اور نیابت و خلافت کا دعوی کھوکھلا رہ جاتا۔

الغرض ماضی کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایمان و عمل کی دعوت بند ہوگئی ہو اور تبلیغ و اصلاح کا سلسلہ رک گیا ہو البتہ اتنا ضرور ہے کہ انداز و اسلوب ہمیشہ یکساں نہیں رہا بلکہ ہر دور کے مناسب حال فریضۂ دعوت کا انداز بدلتا رہا ہے تاہم مرکزی و بنیادی اصول میں کبھی بھی فرق نہ آیا اور مقاصد و نتائج میں سر مو انحراف نہیں ہوا چنانچہ آج کی تبلیغی جماعت کی کوششیں اور

اجتماعات ہوں یا ماضی و حال کے دیگر مصلحین و مبلغین کی اصلاحی کوششیں ہر ایک کا مقصد یہی ہے کہ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم کردیں اور خدا اور رسول سے رشتہ کو مضبوط کرکے خدا کے دربار میں لا کھڑا کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ اسلامی کے کسی بھی دور میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تلقین کا تسلسل موقوف نہیں ہوا۔ ہر دور میں ایسی ہستیاں موجود رہیں جنھوں نے معاشرہ کو احتساب نفس کی طرف مائل کیا جنھوں نے دعوت و تذکیر میں انبیاء کی نیابت فرمائی اور قوم مسلم میں ایمان و عمل کی دبی ہوئی چنگاری کو شعلہ جوالہ کی حرارت و حرکت بخشی زیر نظر مضمون میں ماضی کے تمام ادوار کا احاطہ کرنا نہ تو مقصود ہے اور نہ ہی ممکن اس لئے اس میں اس دعوتی تسلسل کی صرف ایک جھلک پیش کی جارہی ہے تفصیل کے خواہشمند حضرات تاریخ اسلامی اور سیر و سوانح کی بڑی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ: بے راہ روی کی باگ ڈور چونکہ عیار عزازیل کے ہاتھوں میں ہے اس لئے ضلالت و گمرہی کے پنپنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی اور مختصر عرصہ میں اس کی جڑیں مضبوط تر ہوجاتی ہیں چنانچہ ۴۰ھ میں جس خلافت بنوامیہ کا آغاز ہوا تھا اس میں ابھی خلافت اسلامی کی روح ختم ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ پورا نظام حکومت غیر اسلامی بن گیا اور ظاہر ہے کہ ظلمت و ضلالت کی برسات جب ایوان حکومت سے ہورہی ہو تو اسلامی مزاج کی فصلیں کیوں کر کھڑی رہ سکتی ہیں اور دینی انحراف و کج روی کا اندازہ کوئی کیسے لگا سکتا ہے لیکن چونکہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ ہر دور میں وقت کے فرعون کے لئے کوئی موسیٰ اور ہر زمانہ کے زہر کے لئے کوئی تریاق فراہم ہوتا رہے گا اس لئے ایسے ناگفتہ بہ حالات میں قدرت نے دستگیری کی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز (۶۱ھ تا ۱۱۰ھ) جیسے مصلح و داعی اور مجدد اول کے ذریعہ قوم و ملت کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی

لکھتے ہیں کہ

''حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حکومت کا مزاج اور نقطۂ نظر تبدیل کر دیا اور اس کو دنیاوی حکومت کے بجائے خلافت نبوت بنا دیا اور انہوں نے اپنے فوجی افسروں کی جو اصلاح فرمائی ہے اس کا نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ وہ افسران حکومت کو وقت پر نمازیں پڑھنے اور ان کے اہتمام کی تاکید کرتے' عمال کو تقویٰ و اتباع شریعت کی وصیت فرماتے اپنے اپنے علاقہ اور حلقہ میں اسلام کی دعوت و ترغیب دیتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرماتے (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۳۹) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اس بے مثال دعوت وتبلیغ ہی کا اثر تھا کہ پوری قوم وحکومت کا مزاج ہی تبدیل ہو گیا اور عمومی رجحان یہ بن گیا کہ جہاں دو چار آدمی جمع ہوتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے اور مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو۔
(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۵۰)

حضرت حسن بصریؒ: بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مجددانہ قوتوں نے دعوت وتبلیغ کے بجھتے چراغ کو پورے طور پر بھڑ کا دیا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر حکومت کا دھارا سابقہ روش پر بہنے لگا ایمان وعمل کا چراغ دوبارہ ٹمٹمانے لگا۔ اسلامی معاشرہ میں نفاق کے جراثیم گھر کرنے لگے تعیش ورنگینیت کا عمومی رجحان پیدا ہو چلا اور تعلق باللہ میں اضمحلال بڑی شدت و سرعت سے سرایت کر گیا تو اللہ پاک نے حضرت حسن بصریؒ (۲۱ھ تا ۱۱۰ھ) کو ایمانی دعوت کا علمبردار بنا کر جلوہ گر فرمایا چنانچہ آپ کے دردانگیز مواعظ اور پر اثر تبلیغ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''ولا تنس مواقفه ومشاهده في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر عند الامراء واشباه الامراء بالكلام الفصل واللفظ الجزل ''یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں ان کے کارنامے اور احکام وامراء کے روبرو فصاحت وپر شکوہ الفاظ میں اظہار حق کے واقعات بھلانے کی چیز نہیں

(تاریخ دعوت ج ۱ صفحہ ۵۷)

الغرض تابعین میں سے اگر حضرت امام زین العابدین' حضرت حسن المثنیٰ' حضرت عبداللہ المحض' حضرت سالم' حضرت قاسم' حضرت سعید بن میتب' حضرت عروہ بن زبیر' حضرت سعید بن جبیر' حضرت محمد بن سیرین اور امام شعبی رحمھم اللہ نے دعوت وتبلیغ کے مختلف محاذوں کو سنبھال رکھا تھا تو وہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت حسن بصری کی دعوتی واصلاحی کوششیں بھی اس امت کے مردہ قلوب پر زندگی وحرارت کا جھاڑ دلگا رہی تھی۔

خلافت عباسیہ میں دعوت وتبلیغ:

لیکن ان سب کے باوجود عیش وعشرت کی گرم بازاری اور دنیاداری کا مزاج کیسے ختم ہو جاتا کہ یہ تو حکمت الٰہی پر منحصر ہے چنانچہ ۱۳۲ھ میں جب اموی خلافت کے بعد خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا تو دولت کی فراوانی نے ان ساری بے اعتدالیوں کو جنم دے دیا جو شاہان بنو امیہ کی بھی پہچان بن چکی تھیں اور عجمیوں کے اختلاط سے تمدن کی ساری خرابیاں مرکز اسلام بغداد میں سر چڑھ کے بول رہی تھیں مگر ہاں جتنی قوت وطاقت سے بداعمالیوں نے سر اٹھایا تھا ویسی ہی قوت وہمت کے مالک رجال کار بھی میدان عمل میں سرگرم تھے اور عزم وحوصلہ کی تلواروں سے ان ابھرنے والی خرابیوں کا سر کچلنے میں مصروف تھے اس سلسلے میں حضرت امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ)' حضرت امام مالک (۱۷۹ھ) حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ)' حضرت امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) حضرت امام ابوالحسن اشعری (۳۲۴ھ) اور حضرت امام ابومنصور ماتریدی (۳۳۲ھ) کے اسماء سرفہرست ہیں کہ ان سب کی بے پناہ اصلاحی خدمات نے ہر میدان کی فتنہ سامانیوں کو شہر بدر کر دیا اور ایسا نہیں کہ محض وعظ وتقریر سے تبلیغ کا فریضہ ادا ہو رہا تھا بلکہ اسفار بھی اسی غرض سے کئے جا رہے تھے اور عوام کے علاوہ امراء وسلاطین کے دربار میں بھی جا جا کر تبلیغیں ہو رہی تھیں چنانچہ حضرت امام ابوالحسن اشعری کے جذبہ تبلیغ پر مولانا علی میاں ندوی لکھتے ہیں

کہ ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ آپ اہل بدعت سے کیوں ملتے جلتے ہیں اور خود کیوں ان کے پاس چل کر جاتے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کیا کروں وہ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں ان میں سے کوئی حاکم شہر ہے کوئی قاضی ہے وہ اپنے عہدہ اور وجاہت کی وجہ سے میرے پاس آنے سے رہے اب اگر میں بھی ان کے پاس نہ گیا تو حق کیسے ظاہر ہوگا۔
(دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۱۰۶)

الغرض خلافت عباسیہ کے آغاز ۱۳۲ھ سے ہی دعوت وتبلیغ کے ایسے ایسے رجال کار پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے صدیوں دماغوں اور مذاقوں پر حکومت کی ہے چنانچہ علامہ عبدالقاہر جرجانی (۴۷۱ھ) علامہ ابواسحاق شیرازی (۴۷۶ھ) ابوالوفاء بن عقیل (۵۱۳ھ) حجۃ الاسلام امام غزالی (۵۰۵ھ) کی اصلاحی اور دعوتی مساعی جمیلہ کا باب تاریخ کا مستقل عنوان ہے تاہم خلافت عباسیہ کے آخری دور کے تین بزرگوں کی دعوت واصلاح کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یقیناً اس دور کی تاریخ ہی ناقص رہ جائیگی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر صرف انھیں تین بزرگوں کا تذکرہ ہو اور اس دور کے کسی دوسرے مبلغ کا ذکر نہ کیا جائے تو بھی خلافت عباسیہ کی تاریخ دعوت وعزیمت کامل ومکمل کہلائے گا۔

ان میں سب سے پہلے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی (یہی وجہ ہے کہ آپ محی الدین کے لقب سے بھی یاد کئے جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ قلب اور تاثیر زبان سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی اور آپ ایسے باد بہاری تھے جس سے دلوں کے قبرستان میں نئی جان آگئی اور عالم اسلام میں ایمان وروحانیت کی ایک نئی لہر دوڑ گئی (دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۲۰۱)

دوسرے بزرگ ہیں حضرت علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی (۵۹۷ھ) جن کے بارے میں تاریخ کی یہ شہادت ہے کہ آپ کی داعیانہ آوازوں کی تاثیر سے لوگ غش کھا کھا کر گرتے'

وجد وشوق میں گریبان پھاڑتے' لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں' آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں' توبہ کرنے والوں کا شمار نہ تھا اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی اور عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی (دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۲۳۳)

اور تیسرے داعی ومبلغ ہیں شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام (۶۶۰ھ)' آپ ہی کے دور میں ۶۵۶ھ کے اندر خلافت عباسیہ کی بساط الٹی گئی ہے اور ایک طویل دور خلافت کا خاتمہ ہوا ہے بہر حال اسی آخری دور خلافت میں حضرت بن عبدالسلام کا حال یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو علماء کا اولین فریضہ قرار دیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جماعت سے ہیں اس لئے ہمیں دین کی خاطر شدائد وخطرات بھی برداشت کرنے ہونگے ورنہ ہم حزب اللہ کہے جانے کے لائق نہیں ہو سکتے۔ (دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۲۹۹)

ساتویں صدی سے بارھویں صدی ہجری تک:

خلافت عباسیہ کے بعد طاغوتی لہروں نے اپنے شعور میں اضافہ کر دیا' مختلف حوادث و واقعات نے کشتی ایمانی کو غرق کر دینے کی مکمل کوششیں شروع کر دیں اور عالم اسلام کو تہ وبالا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی چنانچہ تاتاریوں کی غارتگری بھی تو ساتویں ہی صدی کا واقعہ ہے جس کی ایک جھلک یہ ہے کہ بغداد میں ایک ماہ سے زائد قتل عام جاری رہا اور ہلاکو نے مقتولین کو شمار کرایا تو (۱۸) لاکھ مقتول شمار ہوئے (دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۳۱۹) لیکن ایسے پُر آشوب حالات میں بھی اسلام اپنی گذشتہ شان وشوکت کی خاکستر سے اٹھ کھڑا ہوا اور مبلغین کے ذریعہ تاتاریوں اور مغلوں میں دعوت اسلام شروع ہو گئی اور جو کام شمشیر زنوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا اسے اسلام کے داعیوں اور مخلص بندوں نے انجام دے دیا اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے　　　پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

بہر حال ایسے ناساعد اور پرفتن ماحول میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت واصلاح کے

افق پر سیکڑوں مصلحین جگمگا رہے ہیں اور ظلمت وضلالت کی وادیوں پر بے شمار نیر تاباں کی ضیاء پاشیاں ہورہی ہیں چنانچہ مولانا جلال الدین رومی (۶۷۲ھ) امام محی الدین النووی (۶۷۶ھ) شیخ الاسلام تقی الدین ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) علامہ جلال الدین قزوینی (۷۳۹ھ) حافظ شمس الدین ذھبی (۷۴۸ھ) علامہ تقی الدین سبکی (۷۵۶ھ) حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) حافظ ابن قیم (۷۹۱ھ) سیدنا خواجہ یعقوب چرخی (۸۵۰ھ) خواجہ عبیداللہ احرار (۸۹۵ھ) حافظ ابن رجب (۸۹۵ھ) علامہ شمس الدین سخاوی (۹۰۲ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) علامہ جلال الدین دوانی (۹۱۸ھ) علامہ احمد بن محمد قسطلانی (۹۲۳ھ) شیخ الاسلام زکریا انصاری (۹۲۵ھ) علامہ ابوالسعود (۹۵۲ھ) علامہ علی المتقی الھندی (۹۷۵ھ) حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) جیسے بے شمار مصلحین نے اگر عالم اسلام کی ڈوبتی نیا کو سہارا دیا ہے تو وہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۶۲۷ھ) خواجہ قطب الدین بختیار کا کی (۶۲۷ھ) خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر (۶۶۴ھ) خواجہ علاء الدین صابر کلیری (۶۹۰ھ) خواجہ نظام الدین محبوب الہی (۷۲۵ھ) مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (۷۸۶ھ) حضرت سید محمد حسینی گلبرگوی (۸۲۵ھ) شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۹۴۴ھ) شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی (۹۴۹ھ) شیخ محمد غوث گوالیاری (۹۷۰ھ) شیخ کمال الدین (۹۷۱ھ) شیخ نظام الدین امیٹھوی (۹۷۹ھ) شاہ عبداللہ سندیلوی (۱۰۱۰ھ) جیسے اصحاب رشد وہدایت نے ممالک عجم کے مطلع ہدایت کو منور کر رکھا تھا اور پھر ان کے مریدین ومخلصین سے نہ جانے کتنے چشمۂ حیات کا سیل رواں جاری تھا۔ بالخصوص قدیم ہندوستان کے چپہ چپہ پر ان تمام رہنمایان طریقت نے ایمان وعمل کے ایسے بیج بوئے تھے اور دعوت واصلاح کے پانی سے ان کھیتیوں کو ایسا سیراب کردیا تھا کہ ان لہلہاتی فصلوں سے بٹنے والی ایمانی خنکی وحلاوت سے ہر کوئی محظوظ ہورہا تھا۔

اسی دوران اکبر کے دین الہی کا فتنہ بھی برپا ہوا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں جب عجم کے ایک جادوگر نے اکبر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہو چکی اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ امی کے ذریعہ نبی امی علیہ السلام کا دین منسوخ ہو کر دین الہی کا ظہور ہو چنانچہ مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے عیسائیوں نے ناقوس بجائے برھموں نے بت آراستہ کئے اور پھر ایسا ہوا کہ تسبیح خوانوں کے گلے میں زنار آ گئے اور بادشاہی آستانے پر امیروں کے سر سجدہ میں جھک گئے۔ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ سرھند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی راستہ صاف کرو کہ راستہ کا چلنے والا آتا ہے اور ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا (دعوت وعزیمت ج ۴ صفحہ ۱۳۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی ۹۷۱ھ م ۱۵۶۳ء میں فتنۂ اکبری کی سرکوبی کے لئے تشریف لے آئے اور جب ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت تک تبلیغی اسفار، تحریری خطوط اور اصلاحی کوششوں کے نتیجے میں اسلام کی حفاظت وتقویت کا وہ تاریخ ساز اور عہد آفریں کام انجام پا چکا تھا جسکو حدیث کی اصطلاح میں تجدید کہا گیا ہے سچ ہے ؎

وہ ھند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان ۔۔۔ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ) حضرت سید آدم بنوری (۱۰۵۳ھ) حضرت خواجہ سیف الدین سرھندی (۱۰۹۶ھ) حضرت سید نور محمد بدایونی (۱۱۳۵ھ) حضرت خواجہ محمد نقشبند (۱۱۱۴ء) حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۹۵ھ) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی (۱۲۴۰ھ) وغیرھم کے ہاتھوں دعوت واصلاح کا سلسلہ اس انوکھے انداز سے چلتا رہا جس کے بہت کچھ آثار آج بھی ملک وبیرون ملک بکھرے ہوئے ملتے ہیں تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ م ۱۷۶۲ء) اور ان کی روحانی وجسمانی اولاد سے دعوت کا جو کام ہوا ہے اس کی تفصیلات دیکھکر ہر کوئی انگشت

بدنداں رہ جاتا اور فرط حیرت میں بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ؏

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نے امام غزالی اور علامہ ابن جوزی کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان دونوں شہرۂ آفاق علماء و داعیان دین و معلمین اخلاق کے بعد ہمیں اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا کارنامہ سب سے زیادہ روشن اور تابناک نظر آتا ہے انہوں نے سلاطین اسلام امراء و ارکان دولت، فوجی سپاہیوں، اہل صنعت و حرفت، مشائخ کی اولاد اور غلط کار علماء کو علیحدہ علیحدہ خطاب کیا ہے ان کی دکھتی ہوئی رگوں پر انگلی رکھی ہے اور ان کی اصل بیماریوں اور خود فریبیوں کی نشاندہی کی ہے ان سب کے علاوہ امت اسلامیہ کو عمومی اور جامع خطاب فرمایا ہے ان کے امراض کی تشخیص کی ہے اور ان کا علاج بتایا ہے (دعوت و عزیمت ج ۵ صفحہ ۳۵۲) اسی طرح آپ کے فرزندان اور جانشینوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں اگر ان مبارک اقدامات و مساعی کی تاریخ دیکھی جائے اور خیر و برکت کے ان مراکز کے شجرۂ نسب کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک دیئے سے دوسرا دیا جلتا رہا اور یہ سب چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے جو بارہویں صدی ہجری کے وسط میں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے آندھیوں کے طوفان میں جلایا تھا (دعوت و عزیمت ج ۵ صفحہ ۳۴۴)۔

تیرھویں صدی سے آج تک:

حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد ایمان کی جتنی بھی باد بہاری چلی ہے ان سب کا رشتہ حضرت شاہ صاحب ہی سے جڑتا ہے چنانچہ تیرہویں صدی کے ایک عظیم مجاہد و مبلغ حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء) بھی اسی خاندان کے تربیت یافتہ و پروردہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) کے اجل خلیفہ ہیں اور حضرت سید احمد شہید کا حال یہ ہے کہ آپ کے تبلیغی و اصلاحی اسفار کی گواہی ہندوستان کے مختلف مقامات سے آج بھی سنی جا سکتی ہے اور تاریخ

کی شہادت ہے کہ آپ کے تبلیغی اسفار باران رحمت کی طرح تھے کہ جہاں سے گذرتے سرسبزی و شادابی اور بہار و برکت چھوڑ جاتے چنانچہ مولانا علی میاں ندوی لکھتے ہیں

"جہاں آپ نے تھوڑا سا بھی قیام کیا وہاں مساجد میں رونق آگئی اللہ اور رسول کا چرچا ایمان میں تازگی، اتباع سنت کا شوق اسلام کا جوش اور شرک و بدعت سے نفرت پیدا ہوگئی (جب ایمان کی بہار آئی صفحہ ۱۹) ایک دوسری جگہ سفر کلکتہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں" آپ کے قیام کلکتہ نے ایک دینی انقلاب برپا کردیا وہاں توبہ کرنے والوں کی قطاریں لگ گئیں، میخانوں میں خاک اڑنے لگی، عیش و عشرت اور فسق و فجور کے مرکزوں میں سناٹا نظر آنے لگا (جب ایمان کی بہار آئی صفحہ ۲۳)

اس کے بعد خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ مبلغین و مصلحین کا دور آتا ہے جنہوں نے اپنے روز و شب کا اوڑھنا بچھونا ہی دعوت و تبلیغ کو بنالیا تھا اور اپنے اپنے زمانہ و علاقہ نیز اپنے ذوق کے لحاظ سے اصلاح اعمال کی فکر میں ہمہ تن مصروف رہے تھے مولانا مملوک نانوتوی (۱۲۶۷ھ) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری (م ۱۲۹۷ھ) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۳۰۸ھ) حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی (۱۳۱۳ھ) مولانا مظہر علی نانوتوی (۱۳۰۲ھ) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳۱۷ھ) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۳۳۹ھ) حضرت مولانا محمد علی مونگیری (۱۳۴۶ھ) حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ، حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب محدث دکن، بحر العلوم حضرت مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہم اسی سلسلۂ زریں کی روشن کڑیاں ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بھی اسی خاندان ولی اللہی سے وابستہ ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد میں مولانا مفتی الٰہی بخش (م ۱۲۴۵ھ) مولانا محمود بخش (م ۱۲۵۸ھ) اور مولانا

بقیہ صفحہ ۵۵ پر

''میرے چچا جان حضرت اقدس مولانا محمد الیاس قدس سرہ بانی جماعت تبلیغ''

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ

''میں نے جب سے ہوش سنبھالا اس وقت سے اپنے چچا جان کو نہایت' عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار پایا'' میرا ابتدائی دوران کا شدید مجاہدوں کا تھا' وہ مغرب کی نماز پڑھکر نفلوں کی نیت باندھا کرتے تھے اور عشاء کی اذان کے قریب سلام پھیرا کرتے تھے' مغرب کی نماز کے بعد کی طویل نفلوں کا دستور تو ہمیشہ رہا' مگر عشاء کی اذان کے قریب تک پڑھنے کا معمول رمضان میں اخیر تک رہا' اس زمانے میں ایک دستور چچا جان کے چپ اور خاموش رہنے کا تھا' یاد نہیں کہ دن رات میں کوئی لفظ بولتے ہوں' اس زمانے میں مجھ سے فرمایا کہ تو چھ (۶) ہفتے چپ رہے تو میں تجھے ولی کردوں'' مجھ میں اس زمانے میں بلاوجہ بولنے کا مرض تھا' لیکن کچھ زمانے کے بعد نظام الدین میں میں نے ان سے عرض کیا کہ'' میں چھ (۶) ماہ چپ رہ کر دکھلا دوں'' فرمانے لگے وہ بات گئی' میری ابتدائی تعلیم کے زمانے میں چونکہ وہ چھوٹے تھے اس لئے والد صاحب کی اگر کہیں دعوت ہوتی تو ان کو بھی ساتھ جانا ضرور تھا اور وہاد آیا تو اضعاً یہ ظاہر کرنا نہ چاہتے تھے کہ میرا روزہ ہے' مجھے معلوم ہوتا تھا کہ روزہ ہے' مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ فلاں جگہ دعوت میں جانا ہے' میرے پاس بیٹھنا چنانچہ وہ لقمہ بھی بناتے' منہ بھی چلاتے رہتے' مگر ان کا بنایا ہوا لقمہ میرے منہ میں جاتا' جب وہ چاول وغیرہ کا لقمہ بناتے یا روٹی کا لقمہ سالن میں لگا لیتے تو میں ان کے ہاتھ سے لیکر اپنے منہ میں رکھ لیتا اور دوسرا لقمہ شروع کر دیتے' دیکھنے والے میری بدتمیزی سمجھتے۔۔۔

مدرسہ مظاہر علوم میں تقرری:

۲۸ھ میں جب اکابر مظاہر علوم بہت سے حج کو چلے گئے تو ان کی غیبت میں چچا جان مظاہر علوم کے مدرس بنائے گئے' زبان میں کچھ لکنت تھی جو بات چیت میں تو بالکل ظاہر نہ ہوتی تھی' مگر تقریر اور سبق میں بھی تقریر زور سے ہوتی تو اس کا اثر ظاہر ہوتا' جس کی بناء پر بعض طالب علم کبھی شکایت بھی کرتے تھے' مگر مجھ سے متعدد لوگوں نے بعد میں بیان کیا کہ ان سے پڑھنے والے علمی حیثیت سے بہت اونچے پہونچے۔

نظام الدین منتقلی:

میرے تایا ابا جان (مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے انتقال کے بعد اہل نظام الدین کے اصرار پر نظام الدین کی مسجد میں منتقل ہوگئے۔ اتفاق سے اس انتقالی دور میں چچا جان کی طبیعت بہت ہی ناساز ہوگئی مرض سہارن پور سے شروع ہوا۔ راستے میں کاندھلہ میں دو تین دن قیام کا ارادہ تھا۔ وہاں پہونچ کے بہت ہی شدت مرض نے اختیار کی' حکیموں نے پانی پینے کو منع کردیا اور وہ غصے میں جوش میں پانی پینے کو دوڑتے' حالانکہ حرکت بھی دشوار تھی۔ یہ ناکارہ اس پوری بیماری میں ان کی خدمت میں رہا۔ بڑے وقائع اس میں پیش آئے۔ ایک معمولی سی بات یہ کہ بہت بڑی جماعت جنات کی ان سے بیعت ہوئی۔ ایک دفعہ اصرار ہوا کہ بخار کا علاج چلتے پانی میں نہانا ہے اور حکیم نے وضوء کو بھی منع کر رکھا تھا' تیمم سے نماز پڑھتے تھے مجھ پر خفا ہوگئے کہ ان حکیموں کی ایسی تیسی'' تم ان کے مقابلے میں حدیث کے علاج کا انکار کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا حدیث شریف ظنی ہے قطعی نہیں ہے اور پھر یہ علاج جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں یہ کلی نہیں' ہر شخص کیلئے اور ہر موسم کیلئے نہیں ہوا کرتے' طبیب کا علاج بھی مشروع ہے اور وہ احوال کے مناسب ہوتا ہے' غرض خوب مناظرہ ہوا اور مجھے خوب ڈانٹا لیکن ان پر حدیث پاک کے اتباع کا جوش تھا اسلئے خوب ڈانٹ پلائی کہ حدیث پاک کے مقابلے میں تم کسی حکیم کا نام لیتے ہو

○ موافقت بھی مخالفت بھی

چچا جان قدس سرہ کا ایک مشہور مقولہ تھا جو بارہا فرمایا کہ میری تبلیغ کا جتنا یہ زکریا مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا' اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کسی موافق سے موافق اور معین وکارکن سے بھی حاصل نہیں ہے" اور دونوں ارشاد ان کے بالکل صحیح تھے۔ پہلے جملہ کی شرح تو یہ ہے کہ یہ ناکارہ' سیہ کار نابکار علمی زور پر اشکالات خوب کیا کرتا تھا ــــــ یہاں بھی ایک جملہ معترضہ آگیا "میرے مخلص دوست قاری مفتی سعید مرحوم نے ایک مرتبہ مجھ سے یوں فرمایا کہ حضرت دہلوی کی چیزوں پر جتنا تم اعتراض کرتے تھے مولوی یوسف مرحوم کی باتوں پر اتنا اعتراض نہیں کرتے میں نے کہا بالکل صحیح کہا' چچا جان کے سامنے تو میری حیثیت ایک شاگرد اور خوردی کی تھی' میرے اعتراض سے نہ تو ان کی شان پر کوئی اثر پڑتا تھا اور نہ کام پر' عزیز یوسف کے ساتھ میرا رشتہ بڑائی کا ہے۔ مجھ میں اس پر اعتراض کرنے سے کام پر بھی اثر پڑے گا اور اس کے وقار پر بھی' اس لئے مجھے جو کہنا ہوتا ہے تنہائی میں کہتا ہوں' چچا جان نور اللہ مرقدہ کے دوسرے جملے کا مطلب یہ تھا جس کو بار بار انہوں نے مجمع میں بھی فرمایا کہ میری بہ نسبت میرے معاصرین خاص طور پر حضرت مدنیؒ حضرت میرٹھیؒ نور اللہ مرقدہما وغیرہما جتنا اس سے دبتے ہیں مجھ سے نہیں دبتے' یہ میرے لئے وقایہ ہے اگر یہ نہ ہو تو مجھے دبالیں اور یہ بالکل سچ فرمایا' ان دونوں اکابر کے یہاں اس سیہ کار کی بہت ہی شنوائی تھی"

تبلیغ کے سلسلے میں ایک سبق آموز مکالمہ:

شدید گرمی کا زمانہ تھا' طے ہوا کہ صبح کو چھ بجے دلی سے سہارن پور جائینگے' اور جب طے ہوگیا تو چچا جان نے فرمایا کہ راستے میں میرٹھ اترنا ہے حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ واہ وا' واہ وا میرا بھی کئی دن سے جانے کو جی چاہ رہا ہے' مگر ان کے (ناکارہ کے) بغیر جانے کی ہمت نہ پڑی اور ان سے کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی' اس وقت بہت اچھا موقعہ

ہے' آپ بھی ہو لئے یہ بھی ہولئے' میں نے کہا میں تو اتروں گا نہیں سیدھا سہارن پور جاؤں گا' آپ دونوں حضرات اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی سے سہارن پور تشریف لے آویں' وہاں استقبال کروں گا' حضرت نے فرمایا کہ اگر تم نہیں اترو گے تو میں بھی نہیں اتروں گا' میں نے عرض کیا چچا جان آپ کے ساتھ ہولئے' چچا جان نے زور سے فرمایا کہ نہیں تم بھی اترو گے میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات کو میرٹھ گئے ہوئے بہت دن ہوگئے ہیں میں تو جاتا ہی رہتا ہوں اور آپ دونوں کے لئے میری کوئی پابندی بھی نہیں ہے' مگر چچا جان نے مجمع عمومیہ ایک ڈانٹ پلائی کہ نہیں چلنا ہے" میں "قہر درویش بجان درویش" چپکا ہوگیا۔ آٹھ بجے کے قریب میرٹھ پہونچے' حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہ اس قدر خوش ہوئے کہ کچھ حد وحساب نہیں۔ خوشی میں اچھل گئے اور دو گھنٹے میں اتنے لوازمات اکٹھے کئے کہ حیرت ہوگئی' حضرت رائے پوری کے لئے دو تین طرح کا سالن بے مرچ کا اور اس سیہ کار کی چونکہ مرچیں اور گوشت ضرب المثل تھا اس لئے سیخ کے کباب گرم گرم دو تین مرتبہ منگائے گئے' شامی کباب گھر میں پکوائے گئے' میرٹھ کی نہاری بھی بہت مشہور ہے' وہ بازار سے منگا کر اور میری رعایت سے اس میں بہت سی مرچیں اور گھی ڈلوا کر خوب بھنوایا' ربڑی' بالائی' فیرنی پلاؤ یہ سب چیزیں خوب یاد ہیں' گرمیوں کا چونکہ موسم تھا اور حضرت میرٹھی قدس سرہ کے زنانے مکان کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے نہایت ٹھنڈا' مولانا کو مکان بنوانے کا بہت ہی سلیقہ تھا' بڑی بڑی جدتیں آتی تھیں' اس تہہ خانے کا ایک زینہ زنانے میں اور ایک مردانہ میں اگر اس کو زنانہ کرنا ہے تو مردانہ زینہ بند کر دیا جاتا اور اگر مردانہ کرنا ہو تو زنانہ زینہ بند کر دیا جاتا مولانا نے اس میں خوب چھڑکاؤ کرایا' تین چار پائی بچھوائیں اور خالی جگہ میں بوریا اس پر سیتل پائی کا فرش بچھوایا۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر بہت خوشی خوشی ہم لوگ آگے آگے اور مولانا میرٹھی ہمارے پیچھے پیچھے تہ خانہ میں پہونچ گئے' وہاں پہونچ کر ہم نے تو چار پائیوں کا ارادہ کیا لیکن مولانا نے چچا جان سے خطاب فرما کر کہا کہ حضرت مولانا آپ کی خدمت میں بہت دنوں سے کچھ عرض کرنے کو جی چاہ رہا ہے' میری وہاں حاضری نہ ہوئی اور آپ یہاں تشریف نہ لا سکے' اس وقت یہ دونوں حضرات بھی تشریف فرما ہیں' مجھے کچھ عرض کرنا ہے' تھوڑی دیر تکلیف فرمائیں

نشست اس طرح کہ میں اور حضرت رائے پوری ایک جانب اور چچا جان اور حضرت میرٹھی برابر دوسری جانب، حضرت میرٹھی نے عرض کیا کہ تبلیغ تو سر آنکھوں پر اس سے تو کسی کو انکار نہیں اس کے ضروری ہونے میں بھی اور مفید ہونے میں بھی، مگر جتنا غلو آپ نے اختیار کرلیا یہ اکابر کے طرز کے بالکل خلاف ہے، آپ کا اوڑھنا بچھانا سب تبلیغ ہی بن گیا آپ کے یہاں نہ مدارس کی اہمیت نہ خانقاہوں کی" چچا جان کو بھی غصہ آگیا فرمایا کہ جب ضروری آپ بھی کہتے ہیں تو آپ خود کیوں نہیں کرتے اور جب کوئی کرتا نہیں تو مجھے سب کے حصے میں فرض کفایہ ادا کرنا ہے"۔۔۔ غرض دونوں بزرگوں میں خوب تیز کلامی ہوگئی اور حضرت اقدس رائے پوری کو کچھ ایسا رنج و قلق ہوا کہ کانپنے سے لگے، میں نے چپکے سے حضرت رائے پوری کے کہنی مار کر (وہ دونوں اپنی تقریر میں تھے انہوں نے سنا بھی نہیں) کہا کہ "میرٹھ اتریں گے میرٹھ اتریں گے دو تین سانس کے فصل سے یہ جملہ تین مرتبہ کہا میں بھی چار پانچ منٹ خاموش بیٹھا رہا اور جب میں نے دیکھا کہ دونوں اکابر کا جوش ڈھیلا پڑ گیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کچھ میں بھی عرض کردوں، تینوں حضرات نے متفق اللسان ہوکر فرمایا کہ ضرور ضرور، حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ اتنی دیر سے چپ بیٹھے رہے، پہلے ہی سے بولتے، میں نے کہا کہ بڑوں کی باتوں میں سب کا چھوٹا کیا بولتا، میں نے حضرت میرٹھی کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ حضرت آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ میں سب اشکالات میں آپ کے ساتھ ہی ہوں اس لفظ پر چچا جان کو غصہ آیا مگر کچھ بولے نہیں اس کے بعد میں نے کہا کہ کام کوئی دین کا ہو یا دنیا کا ہو تو چند مطلب بغیر نہیں ہوا کرتا، کام تو جو ہوتا ہے یکسوئی سے اس کے پیچھے پڑ جانے سے ہوتا ہے، حضرت رائے پوری نے میری تائید کی کہ سچ فرمایا، میں نے عرض کیا کہ ذرا ٹھیر جائیے، اسی زمانے میں حضرت مرشدی سہارن پوری کا ایک عتاب حضرت میرٹھی پر مدرسہ کے سلسلے میں ہو چکا تھا جس کا حال مجھے اور مولانا میرٹھی کو صرف معلوم تھا اور کسی کو نہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت کا یہ ارشاد آپ کو یاد نہیں رہا کہ میرے ساتھ تعلق تو مدرسہ کے ساتھ تعلق ہے، جس کو میرے مدرسہ کے ساتھ جتنا تعلق ہے اتنا ہی مجھ سے ہے، میں نے عرض کیا کہ ساری دنیا میں ایک ہی مدرسہ ہے مظاہر علوم، اس کے علاوہ اور کوئی مدرسہ نہیں؟

اور بھی جلدی جلدی دو تین واقعے انہاک کے جس میں حضرت امام مسلمؒ کے وصال کا حادثہ اور بھی کئی قصے سنائے، میں نے کہا کہ حضرت! چچا جان اپنے اس حال میں مغلوب میں، آپ کو بھی معلوم ہے اور ہم کو بھی اور کوئی کام بغیر غلبۂ حال کے نہیں ہوتا، خبر نہیں کیا بات کہ حضرت میرٹھی کو یک دم ہنسی آگئی اور میرے چچا جان بھی ہنس پڑے، بات کو بھی دونوں ختم کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔

چچا جان نور اللہ مرقدہ کی ڈانٹ کے علاوہ شفقتوں کے واقعات بھی لاتعد و لاتحصی ہیں۔ ان کے یہاں تبلیغی سلسلے میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو وہ بے تکلف فرما دیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتا، میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا کہ وہ میرے مشورے اور منظوری پر رکے ہوئے ہیں۔

○ تبلیغی جھنڈے کی رائے:

ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو چچا جان نے فرمایا کہ ہمارے دوستوں کا اصرار یہ ہے کہ تبلیغی جماعت جب گشت کے واسطے جائے تو ایک مختصر سا جھنڈا ان کے پاس ہونا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ بالکل نہیں، فرمایا کہ کیوں؟ میں نے کہا آپ کی جماعتیں نماز کے لئے بلانے جاتی ہیں اور مسجد میں جمع کرتی ہیں اور نماز کے لئے جھنڈا اذان ہو چکا ہے فرمایا کہ جزاکم اللہ بس بھائی ملتوی۔

○ تبلیغی جماعت کی شرکت کے بعد مسجد یا خانقاہ کی طرف رجوع:

ایک معمول چچا جان قدس سرہ کا مستقل یہ تھا اور بڑی باریک بات ہے کہ وہ جب کسی تبلیغی اجتماع سے واپس آتے تو ایک سفر رائے پور کا ضرور فرماتے ورنہ کم از کم سہارن پور کا اور اگر دونوں کا موقعہ نہ ہوتا تو تین دن کا اعتکاف اپنی مسجد میں فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جلسوں کے زمانے میں ہر وقت مجمع کے درمیان رہنے سے طبیعت اور قلب پر ایک تکدر

پیدا ہو جاتا ہے' اس کے دھونے کے واسطے یہ کرتا ہوں میں یہ مضمون لکھوا رہا تھا کہ اتفاق سے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زاد مجدہم دیوبند سے تشریف لائے اور اس وقت تشریف فرما ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ مضمون خود حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں خود ان کا ارشاد بلفظہ منقول ہے' چنانچہ حضرت چچا جان کے ملفوظات منگوائے گئے جس کے الفاظ یہ ہیں فرمایا

"مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اسے غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارن پور یا رائے پور کے خاص مجمع اور ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا ـــــ"

○ جانشینی:

چچا جان نور اللہ مرقدہ نے اپنے سے مایوسی کی حالت میں وصال سے دو تین دن پہلے اس سیہ کار سے کہا کہ میرے آدمیوں میں چند لوگ صاحب نسبت ہیں عزیز مولانا یوسف صاحب' قاری داؤد صاحب' سید رضا صاحب بھوپالی' مولانا انعام صاحب ان کے علاوہ حافظ مقبول صاحب اور مولوی احتشام صاحب کو اس سے پہلے اجازت ہو چکی تھی چچا جان نے فرمایا میرے بعد ان میں سے کسی ایک کو مولانا رائے پوری کے مشورے سے بیعت کے لئے تجویز کر دو"۔ میری رائے حافظ مقبول حسن صاحب کے متعلق تھی کہ ان کو بہت پہلے سے خلافت ملی تھی مدینہ منورہ سے ان کی خلافت کے متعلق مجھے لکھا تھا کہ تیری رائے اگر موافق ہو تو ان کو اجازت دے دو ورنہ میری واپسی کا انتظار کرو۔ مگر حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کی رائے عالی عزیزم مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے متعلق تھی۔ میں نے حافظ مقبول کی وجہ ترجیح عرض کی اور یہ بھی کہا کہ عزیز یوسف نے ذکر اذکار زیادہ نہیں کئے۔

حضرت کا مشہور جملہ جو بار بار انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں کی ابتداء وہاں سے ہوتی

ہے جہاں ہم جیسوں کی انتہا ہوتی ہے۔ اس جملہ کو ارشاد فرما کر کہا کہ ان کو ذکر و اذکار کی ضرورت نہیں۔ میں نے چچا جان نور اللہ مرقدہ سے پوری بات عرض کر دی چچا جان نے حضرت اقدس رائے پوری کی تصویب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ کہ میوات والے جتنے یوسف پر جمع ہو سکتے ہیں کسی اور پر نہ ہونگے۔ میں نے چچا جان نور اللہ مرقدہ کی طرف سے ایک پرچہ لکھا جس میں لکھا کہ میں ان لوگوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ چچا جان نور اللہ مرقدہ نے میری تحریر کے بیچ میں "میں ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت دیتا ہوں" یہ جملہ بڑھا دیا۔

○ نسبت خاصہ کی منتقلی:

مشائخ کے یہاں ایک نسبت خاصہ ہوتی ہے' جو شیخ کے انتقال پر کسی ایک کی طرف جو شیخ سے زیادہ نسبت اتحادیہ رکھتا ہو' اس کی طرف منتقل ہوا کرتی ہے' چچا جان قدس سرہ کے انتقال پر مولانا ظفر احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت دہلوی کی نسبت خاصہ میری طرف منتقل ہوئی ہے' میں نے کہا کہ اللہ مبارک فرمائے' حضرت حافظ فخر الدین صاحب نے مجھ سے تو نہیں فرمایا مگر سنا کسی سے فرمایا تھا کہ میری طرف منتقل ہوئی۔ جب مجھ تک یہ فقرہ پہونچا تو میں نے کہا کہ اللہ مبارک کرے۔ حضرت اقدس رائے پوری کا رمضان مبارک میں یعنی چچا جان کے انتقال سے دو ماہ بعد رائے پور سے ایک والا نامہ آیا جس میں حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ حضرت دہلوی کی نسبت خاصہ کے متعلق مختلف روایات سننے میں آئی ہیں۔ میرا خیال تو تمہارے متعلق تھا۔ مگر میری کہنے کی ہمت نہ پڑی' اب حافظ فخر الدین صاحب کا والا نامہ آیا جس میں انہوں نے بڑے زور سے میرے خیال کی تائید لکھی ہے۔ اس لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں میں نے اسی وقت جواب لکھا کہ حضرت آپ حضرات نہ معلوم کہاں ہیں وہ تو لونڈا لے اڑا۔ شوال میں جب حسب معمول عید بعد رائے پور حاضری ہوئی اور عزیز مولانا محمد یوسف صاحب کو دیکھ کر آپ

بقیہ صفحہ ۵۰ پر

جماعت کے لئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی اصولی ہدایات

ملفوظات ومکاتیب کے آئینہ میں

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ''ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ'' کے ابتدائیہ میں بطور تمہید تحریر فرماتے ہیں (ادارہ)

حضرت مولانا نے مسلمانوں میں دینی زندگی اور ایمانی روح پیدا کرنے کی جو کوشش ایک خاص طرز پر شروع کی تھی اور جس میں آپ نے بالآخر اپنی جان کھپادی مولانا کا اصلی کارنامہ وہی دینی دعوت ہے۔ اور الحمدللہ کہ مولانا مرحوم کے بعد بھی وہ سلسلہ کم وبیش مقدار اور کمیت میں تو دس گنے اضافہ اور ترقی کے ساتھ جاری ہے۔ البتہ دعوت کے اصول اور اس کی روح (ایمان واحتساب) کے تحفظ کی طرف اس تحریک سے خاص تعلق رکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے' اور اس سلسلہ میں بہت کچھ رہنمائی اور نشاندہی اس مجموعۂ ملفوظات میں بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں اور در اصل یہی اس کی اشاعت کا خاص مقصد ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل والحمد للہ اولاً و آخراً (صفحہ ۱۱ ' ۱۲)

○ تحریک کا اصل مقصد

ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبیﷺ سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کردینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد' رہی

قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین وتعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی الف' ب' ت ہے'' یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے۔ ان سے تو بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ پہونچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت وبیداری پیدا کردیں اور غافلوں کو متوجہ کرکے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء و صلحاء) کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں'' (ملفوظ ۲۳ صفحہ ۳۲)

○ تحریک کے عالمی مقاصد

(حضرت کے ایک مکتوب سے اقتباس)

''تبلیغ کی ابجد اور الف' ب' ت عبادات سے ہے اور عبادات کے کمال کے بغیر ہرگز معاشرت اور معاملات تک اسلامی امور کی پابندی نہیں پہونچ سکتی' سو مخلصین کی صحیح اسکیم یہ ہونی چاہئے کہ تبلیغ کی ابجد الف' ب' ت یعنی عبادات کو دنیا میں پھیلانے کی اسکیم شروع کرکے اس کے منتہا پر پہونچانے کی کوشش میں لگ جائیں معاملات و معاشرت اور باہمی اخلاق کی اصلاح ودرستی کے ذریعہ سیاست تامہ تک رسائی ہوگی۔ اس کے سوا کسی جزئیات میں پڑ جانا اپنے سرمایۂ درد کو شیطان کے حوالہ کردینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ می روی بترکستان است

(حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت صفحہ ۳۰۸

مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ

○ "ہماری تبلیغ کی بنیاد جذبۂ رحم پر ہے"

ہماری تبلیغ کی بنیاد اسی رحم پر ہے' اس لئے یہ کام شفقت اور رحم ہی کے ساتھ ہونا چاہئے اگر مبلغ اس لئے تبلیغ کر رہا ہے کہ اس کو اپنے بھائیوں کی دینی حالت کے ابتر ہونے کا صدمہ ہے تو یقیناً وہ رحم اور شفقت کے ساتھ اپنے فریضہ کو انجام دے گا لیکن اگر یہ منشاء نہیں کچھ اور منشاء ہے تو پھر تکبر و عجب میں مبتلا ہوگا جس سے نفع کی امید نہیں' نیز جو شخص اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ کرے گا اس میں خلوص بھی ہوگا' اس کی نظر اپنے عیوب پر ہی ہوگی' اور دوسروں کے عیوب پر نظر کے ساتھ ان کی اسلامی خوبیوں پر بھی نظر ہوگی تو یہ شخص اپنے نفع کا حامی نہ ہوگا بلکہ شاکی ہوگا اور اس تبلیغ کا گر یہی ہے کہ حمایت نفس سے الگ ہو کر شکایت نفس کا سبق ہمیشہ پیش نظر رہے۔ (ملفوظ ۴۴ صفحہ ۴۸)

○ "ہمارا مقصد علماء اور دنیاداروں کے درمیان میل ملاپ ہے"

اپنی اس تحریک کے ذریعہ ہم ہر جگہ کے علماء اور اہل دین اور دنیاداروں میں میل ملاپ اور صلح و آشتی بھی کرانا چاہتے ہیں' نیز خود علماء اور اہل دین کے مختلف حلقوں میں الفت و محبت اور تعاون و یگانگت کا پیدا کرنا اس سلسلے میں ہمارے پیش نظر بلکہ ہمارا اہم مقصد ہے' اور یہ دینی دعوت ہی ان شاء اللہ اس کا ذریعہ اور وسیلہ بنے گی (ملفوظ ۱۰۲ صفحہ ۸۴)

○ تبلیغ والوں کو تین مقاصد کے لئے سفر کرنا چاہئے

ہماری تبلیغ میں کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت سے جانا چاہئے

۱ علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔

۲ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں میں دینی باتوں کو پھیلانے کے ذریعہ اپنی تکمیل اور

اپنے دین میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے۔

۳ مختلف گروہوں میں ان کی متفرق خوبیاں جذب کرنے کیلئے۔ (ملفوظ ۸۲ صفحہ ۶۷)

○ تعلیم حضرت تھانویؒ کی اور طریقہ میرا ہو:

حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے' بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو انکی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظ ۵۶ صفحہ ۵۸)

○ اصول کی پابندی ضروری ہے:

یاد رہنا چاہئے کہ ہر چیز اپنے اصول اور اپنے طریقہ سے سہل ہوتی ہے۔ غلط طریقہ سے تو آسان سے آسان کام بھی دشوار ہو جاتا ہے' اب لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ اصول کی پابندی ہی کو مشکل سمجھتے ہیں' اور اس سے گریز کرتے ہیں' حالانکہ دنیا میں کوئی معمولی سے معمولی کام بھی اصول کی پابندی اور مناسب طریقہ کار اختیار کئے بغیر انجام نہیں پاتا۔ جہاز' کشتی' ریل موٹر سب اصول ہی سے چلتے ہیں' حتی کہ ہنڈیا روٹی بھی اصول ہی سے پکتی ہے۔" (ملفوظ ۱۴ صفحہ ۱۵)

○ تبلیغ کے لئے علم اور ذکر دونوں ضروری

آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بے کار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد فساد' فتنے اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان محض رسمی اور اسمی ہیں۔ اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علی ھذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ بسا

اوقات ایسے جاہلوں کو شیطان اپنا آلۂ کار بنالیتا ہے لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلے میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدانکردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔ (ملفوظ ۳۹ صفحہ ۴۰)

○ ابھی تک اصلی کام شروع نہیں ہوا

لوگ میری تبلیغ کے برکات دیکھکر یہ کہتے ہیں کہ کام ہو رہا ہے حالانکہ کام اور چیز ہے اور برکات اور چیز ہیں۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ ہی سے برکات کا تو ظہور ہونے لگا تھا مگر کام بہت بعد میں شروع ہوا اسی طرح یہاں سمجھو میں سچ کہتا ہوں کہ ابھی تک اصلی کام شروع نہیں ہوا جس دن کام شروع ہو جائے گا تو مسلمان سات سو برس پہلے کی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے اور اگر کام شروع نہ ہوا بلکہ اسی حالت پر رہا جس پر اب تک ہیں اور لوگوں نے اس کو منجملہ تحریکات کے ایک تحریک سمجھ لیا' اور کام کرنے والے اس راہ میں چل گئے تو جو فتنے صدیوں میں آتے ہیں وہ مہینوں میں آجائیں گے اس لئے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ (ملفوظ ۳۸ صفحہ ۴۳)

○ ذرائع مقصود نہیں ہیں:

طریقت کی خاص غایت ہے اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر کا مرغوب طبعی اور نواہی کا مکروہ طبعی ہو جانا' یہ تو ہے طریقت کی غایت' باقی جو کچھ ہے (یعنی خاص اذکار و اشغال اور مخصوص قسم کی ریاضات وغیرہ) سو وہ اس کی تحصیل کے ذرائع ہیں لیکن اب بہت سے لوگ ان ذرائع ہی کو اصل طریق سمجھنے لگے۔ حالانکہ بعض تو ان میں سے بدعت ہیں۔ بہرحال چونکہ ان چیزوں کی حیثیت صرف ذرائع کی ہے اور یہ بذات خود مقصود نہیں ہیں اس لئے احوال و مقتضیات کے اختلاف کے ساتھ ان پر نظر ثانی اور حسب

مصلحت ترمیم و تبدیل ضروری ہے۔ البتہ جو چیزیں شریعت میں مخصوص ہیں وہ ہر زمانہ میں یکساں طور پر واجب العمل رہیں گی۔ (ملفوظ ۳ صفحہ ۱۶'۱۵)

○ "ذرائع کو مقاصد کا درجہ دینا غلط"

آج کل دین کے باب میں یہ غلط فہمی نہایت عام ہو گئی ہے کہ مبادی کو غایات کا اور ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیا جاتا ہے اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ دین کے تمام شعبوں میں یہ غلطی گھس گئی اور ہزاروں خرابیوں کی یہ جڑ ہے (ملفوظ ۱۰۹ صفحہ ۸۸)

○ دن کی کوئی قید نہیں

اب یہ کہنا چھوڑ دو کہ تین دن یا پانچ دن یا سات دن دو بس یہ کہو کہ راستہ یہ ہے جو جتنا کرے گا اتنا پاوے گا' اس کی کوئی حد اور کوئی سرا نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ کا کام سب نبیوں سے آگے ہے اور حضرت ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن کے کام کو حضرت عمر نہیں پاسکے' پھر اس کی غایت ہی کیا ہے' یہ تو سونے چاندی کی کان ہے' جتنا کھودو گے اتنا نکالو گے (ملفوظ ۱۴۰ صفحہ ۱۱۶)

○ اس تبلیغ کا طریقہ خواب میں منکشف ہوا"

آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القا ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے۔ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا اللہ تعالیٰ کا ارشاد

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله

کی تفسیر خواب میں القا ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہ السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو' تمہارا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ (ملفوظ ۵۰ صفحات ۵۱'۵۲)

○ ”تبلیغی جماعت عوام میں صرف طلب پیدا کر سکتی ہے“

علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جا سکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جا سکتا ہے آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء و صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔ (ملفوظ۲۱۲صفحہ۱۷۰)

○ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں

ایک بار فرمایا کہ ”جو وفود سہارن پور، دیو بند وغیرہ تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں ان کے ہمراہ تجار دہلی کے خطوط کر دیئے جن میں نیاز مندانہ لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ وفود عوام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہو رہے ہیں آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلباء کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں طلباء کو از خود بدون اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہئے اور قافلہ والوں کو یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جبکہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد و رفت کم کی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں۔ جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ پھر فرمایا کہ

ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ

ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے ہر مسلمان کو بوجہ اسلام کے عزت کرنا چاہئے اور علماء کو بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ

علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم و صحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ملفوظ۵۳صفحہ۵۶،۵۷)

○ علماء و صلحاء کی خدمت میں صرف استفادہ کے لئے جایا جائے

ہمارے عام کارکن جہاں بھی جائیں وہاں کے حقانی علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھا نہ سکو گے۔۔۔۔ اس لئے ان کی خدمت میں بس استفادہ کے لئے ہی جایا جائے لیکن ان کے ماحول میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح امید ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاعیں خود بخود ان کو پہونچیں گی اور وہ ان کے لئے داعی اور ان کی توجہ کی جالب ہو جائیں گی۔ پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سرپرستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے۔ اور ان کے دینی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظ۲۹صفحہ۳۶)

○ علماء کی خدمت کس نیت سے کی جائے؟

مسلمانوں کو علماء کی خدمت چار نیتوں سے کرنا چاہئے

۱ اسلام کی جہت سے، چنانچہ محض اسلام کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کو جائے یعنی محض حسبۃً للہ ملاقات کرے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں۔ تو جب مطلقاً ہر مسلمان کی زیارت میں یہ فضیلت ہے تو علماء کی زیارت میں بھی یہ فضیلت ضروری ہے۔

۲ یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علوم نبوت ہیں، اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں۔

۳ یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

۴ ان کی ضروریات کے تفقد کے لئے۔ (ملفوظ ۵۲ صفحہ ۵۴، ۵۵)

○ مدارس کی اہمیت

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرنے میں آپ ہمت فرما دیں کہ سینکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لئے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو، یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔
(حضرت مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۲۸۲)

○ اہل علم کے لئے الگ خاکہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ علماء کے لئے مولانا کے منصوبے پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

''اس تعلیم و تعلم کے خاکہ میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے۔ مولانا اس کو اتنا مکمل اور جامع دیکھنا چاہتے تھے کہ ہر دینی و علمی سطح کے لوگوں کو اپنی تربیت و ترقی کا پورا موقع مل سکے، ان کے ذہن میں اہل علم کے لئے الگ خاکہ تھا جو ان کے مناسب حال اور ان کی

علمی سطح کے مطابق ہو، ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

''اہل علم کے لئے عربیت، صحابہ کے کلام، اعتصام بالکتاب والسنت اور نشر دین کی تحریص کے مضامین جمع کرنے کی خصوصی اور بہت اہتمام سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ علمی طبقہ کے لئے اس کے تیار ہونے کی بہت شدید ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اس تحریک میں لگنے سے علمی ٹھیس اور نا قابل انجبار شکستگی اور کسر کا قوی خطرہ ہے اور اسی کی خوبی اور کمی پر علمی طبقہ کا نہوض اور قعود مبنی ہے، اس لائن میں بندۂ ناچیز کے دماغ میں کچھ ایسے ایسے خیالات ہیں کہ قبل از وقت ہونے کی بنا پر زبان سے نکالنے کو جی نہیں چاہتا'' (حضرت مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت صفحہ ۳۲۵)

○ تبلیغی اجتماع کے بعد مسجد یا خانقاہ کی طرف رجوع:

مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں۔ پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارن پور یا رائے پور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ ___ دین کے کام کرنے والوں کو چاہئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں (ملفوظ ۸۵ صفحہ ۷۵)

○ اپنا احتساب خود کرنا چاہئے

علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے۔ اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا

کام لیتا ہے تو پھر علمی کبر و غرور ہے اور جو اہل علم کے لئے بڑا مہلکہ ہے　ع

کار خود کن کار بیگانہ مکن

(ملفوظ ۹ صفحہ ۱۹، ۲۰)

○ خوف کا غلبہ

فرمایا ___ مجھے اپنے اوپر استدراج کا خوف ہے' میں نے عرض کیا کہ یہ خوف عین ایمان ہے (حضرت امام حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اپنے اوپر نفاق کا خوف مؤمن ہی کو ہوتا ہے) مگر جوانی میں خوف کا غلبہ اچھا ہے اور بڑھاپے میں حسن ظن باللہ اور رجا کا غلبہ اچھا ہے فرمایا صحیح ہے۔ (ملفوظ ۱۵ صفحہ ۱۳)

○ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے

میری حیثیت ایک عام مومن سے اونچی نہ سمجھی جائے۔ صرف میرے کہنے پر عمل کرنا بددینی ہے' میں جو کچھ کہوں اس کو کتاب و سنت پر پیش کرکے اور خود غور و فکر کرکے اپنی ذمہ داری پر عمل کرو میں تو بس مشورہ دیتا ہوں۔

فرمایا: حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ تم نے میرے سر پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے تم سب میرے اعمال کی نگرانی کیا کرو۔

میری بھی اپنے دوستوں سے بڑے اصرار اور الحاح سے یہ درخواست ہے کہ وہ میری نگرانی کریں' جہاں غلطی کروں وہاں ٹوکیں اور میرے رشد و سداد کے لئے دعائیں بھی کریں۔ (ملفوظ ۲۱۰ صفحہ ۱۶۹)

○ جو بات ٹوکنے کی ہو اس پر ٹوکئے

بعض خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

'حضرت فاروق اعظمؓ ' حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سے فرماتے تھے

کہ میں تمہاری نگرانی سے مستغنی نہیں ہوں' میں بھی آپ لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میرے احوال پر نظر رکھئے اور جو بات ٹوکنے کی ہو اس پر ٹوکئے۔ (ملفوظ ۱۲۶ صفحہ ۱۴۳)

○ ''کسی کا مان لینا کامیابی نہیں ہے''

کیسا غلط رواج ہوگیا ہے' دوسرے لوگ ہماری بات مان لیں تو اس کو ہم اپنی کامیابی سمجھتے ہیں اور نہ مانیں تو ہماری ناکامی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس راہ میں یہ خیال کرنا بالکل ہی غلط ہے۔ دوسروں کا ماننا یا نہ ماننا تو ان کا فعل ہے' ان کے کسی فعل سے ہم کامیاب یا ناکام کیوں کیے جائیں' ہماری کامیابی یہی ہے کہ ہم اپنا کام پورا کردیں۔ اب اگر دوسروں نے نہ مانا تو یہ ان کی ناکامی ہے' ہم ان کے نہ ماننے سے ناکامیاب کیوں ہو گئے لوگ بھول گئے وہ منوا دینے کو (جو درحقیقت خدا کا کام ہے) اپنا کام اور اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے حالانکہ ہماری ذمہ داری صرف بطریق حسن اپنی کوشش لگا دینا ہے منوانے کا کام پیغمبروں کے سپرد بھی نہیں کیا گیا

ہاں نہ ماننے سے یہ سبق لینا چاہئے کہ شاید ہماری کوشش میں کمی رہی اور ہم سے حق ادا نہ ہو سکا جس کی وجہ سے اللہ پاک نے یہ نتیجہ ہمیں دکھلایا اور اس کے بعد اپنی کوشش کی مقدار کو بڑھا دینے اور دعا و توفیق طلبی میں کماً و کیفاً اضافہ کرنے کا عزم کر لینا چاہئے۔ (ملفوظ ۲۸ صفحہ ۳۵)

(یہ مکمل مضمون ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ مرتبہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور سوانح حضرت مولانا محمد الیاسؒ مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے ماخوذ ہے)

کلمہ اور نماز کی دعوت پورے اسلام کی دعوت ہے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمہ امیر جماعت تبلیغ کی تاریخی تقریر

حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

(محترم باوا صاحب کے نام ایک خط سے اقتباس)

امید ہے کہ آپ کی صدائے حق کامیاب ہوگی' کامیابی کے آثار شروع ہو گئے ہیں اب تبلیغی اجتماعات میں قرآن کریم کی تفسیر پڑھنے کی ہدایت امراء تبلیغ کی طرف سے دی جاری ہے اور جماعت کو قرآن کریم کی اُس وعید سے بچانے کی جدوجہد کا آغاز ہو چکا ہے کہ۔

وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا O

ترجمہ: اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے اللہ میری قوم نے قرآن کریم کو متروک کر دیا تھا۔

پناہ بخدا!

میں نے مولانا محمد یوسف علیہ الرحمہ کی ایک تقریر مرتب کی ہے اس تقریر میں مولانا نے آج کے خطرہ کو محسوس کرکے جماعت کو قرآن پاک کے نورانی چشمہ سے براہ راست استفادہ کرنے پر زور دیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

(اخلاق حسین)

دینی تعلیم کی تحریک جس کی محرک جمعیۃ علماء ہند تھی اس تحریک کو عملی طور پر چلانے کا کام حضرت مولانا محمد میاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں تھا۔

مولانا محمد میاں صاحب دراصل اس تاریخی جماعت کی زبان وقلم تھے تعلیمی سرگرمیوں کے امیر تھے مولانا مرحوم کو مولانا احمد سعیدؒ جمعیۃ علماء کا ذوالنون مصری (مشہور بزرگ) کہا کرتے تھے۔

مرکزی دفتر گلی قاسم جان دلی میں مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ کی بائیں طرف دو بزرگ ہستیاں

بیٹھی نظر آتی تھیں' پہلے مولانا محمد میاں صاحب اور ان کے بعد مفتی عتیق الرحمان صاحب یہ دونوں ہستیاں بالترتیب جماعت کی روح اور جماعت کا فکر تھیں اور مولانا حفظ الرحمان صاحب کی عملی سرگرمیوں اور ملی جہاد کا دل ودماغ سمجھئے۔

مولانا محمد میاں صاحب نے دینی تعلیم کی تحریک کے لئے معلم تیار کرنے کی غرض سے دلی کی تاریخی مسجد (زینت المساجد دریا گنج) میں ایک تربیتی مرکز قائم کیا۔

اس مرکز میں مدارس کے فارغ التحصیل علماء داخل کئے جاتے تھے اور انہیں تین مہینہ تربیت دے کر فارغ کر دیا جاتا تھا۔

اس تربیت کے امیر مولانا محمد میاں صاحب تھے تربیت کے سلسلہ میں ہر ہفتہ ایک عالم دین اور تعلیمی دانش ور کا لکچر اور تقریر کرائی جاتی تھی۔

ان علماء میں ایک تقریر کے لئے مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمہ کو بھی دعوت دی گئی اور مولانا نے قبول کر لیا۔

مولانا کی تقریر کی مجلس میں دہلی کے بڑے بڑے علماء اور عوام شریک تھے' مولانا مرحوم اس اہم تقریر کے لئے ایسا معلوم ہوتا تھا خوب تیاری کر کے آئے ہیں کیونکہ یہ مجلس عوامی نہیں تھی اور مولانا مرحوم کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔

مولانا محمد میاں صاحب علیہ الرحمہ نے مجلس تربیت کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا جمعیۃ علماء ہند دینی تعلیمی تحریک کے ذریعہ ایسے دینی کارکن' ایسے معلم ومدرس تیار کرنا چاہتی ہے جو زمانہ حال (مادی ترقی) کے مطابق عقائد وعبادات کے ساتھ اخلاق ومعاشرت کے اسلامی احکام اور اخلاق و معاشرت سے متعلق اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور اسوہ صحابہؓ کی اہمیت کو بھی تسلیم کرے اور مسلمانوں کی خدمت عبادت واخلاق دونوں میدانوں میں انجام دے دنیاداری' معیشت وتجارت اور جدید تعلیم وترقی کے کاموں کو گناہ تصور نہ کرے۔

مسلمانوں کی تاریخ کا عہد عروج اسی راہ پر چلنے سے ہوا اور دین کے وسیع اور کامل تصور سے علیحدہ ہو کر ہم زوال کے گرداب میں پھنس گئے۔

اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے سورۂ بقرہ کی آیت (۲۰۸) تلاوت کر کے اپنی تقریر شروع کی" **یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین** "(بقرہ ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شریعت اسلام کے تمام اوامر اور نواہی کی تعمیل کرو اور شیطان کے نقش قدم سے دور ہو، یہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

عربی میں سلم س کے زیر سے اور س کے زبر دونوں طرح آتا ہے اور اس کے لغوی معنی امن و سلامتی کے ہیں، قرآن کریم اس لفظ کو اسلام کے معنی میں استعمال کرتا ہے کیونکہ مذہب اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے شر و فساد اور بدامنی کا مذہب نہیں ہے۔

پھر اسلام اور سلم دونوں کا مادہ ایک ہی ہے اسلام یعنی سلامتی کے دائرہ میں داخل ہونا، دین اور دنیا دونوں کی ہلاکتوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لینا، حضرات علماء جانتے ہیں کہ آیت میں کافۃ کے لفظ کو حال قرار دینے کی دو نحوی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اگر اس کو **ادخلوا** کی ضمیر جمع سے حال بنایا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اے لوگو! تم سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

اگر اس لفظ کو السلم سے حال بنایا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اے لوگو ! تم پورے اسلام اور مکمل شریعت میں داخل ہو جاؤ۔

اکثر علماء تابعین نے دوسری صورت کے مطابق اس آیت کی تفسیر کی ہے اس لئے علامہ ابن کثیر نے اسی ترکیب نحوی کو راجح قرار دیا ہے۔

شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو چند عبادات میں مشغول رکھے اور چند عبادات کی

اہمیت ان کے دل میں قائم کر کے پوری شریعت سے بے نیاز کر دے کسی کے دل میں یہ ڈالدے کہ بس نماز ہی کافی ہے اسی میں مشغول رہو نجات ہو جائے گی کسی کے دل میں حج وعمرہ کا اتنا شوق پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اسی میں مگن رہتا ہے کہ ہر سال حج وعمرہ کرتا رہے بس وہ اسی عبادت سے جنت کا تنہا مالک بن جائے گا، کسی کو محبت رسول اور عشق رسول کی خالی خولی باتوں میں مگن کر دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں ہو تو بس جنت اس کی اور اس کے باپ دادا کی ہے۔

نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ اور ماں باپ کی خدمت کرنا ضروری نہیں خدا تعالیٰ نے اسی بات کو شیطان کا نقش قدم کہا ہے اور اس سے ہوشیار کیا ہے۔

میرے بھائیو! تم دینی تعلیم کے مدرسوں کو چلانے اور ہماری نسلوں میں دین پھیلانے کی ذمہ داری لے کر جا رہے ہو اس لئے میں تم کو آگاہ کر رہا ہوں کہ ہماری تبلیغی محنت کلمہ اور نماز کی تحریک کہلائی جاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بس کلمہ پڑھو اور نماز ادا کرو تم دین و دنیا کی فلاح پا جاؤ گے، بلکہ کلمہ و نماز پورے دین کا عنوان ہے۔

تبلیغی کام کرنے والوں کی آسانی کے لئے کلمہ اور نماز کا مختصر عنوان دے دیا گیا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ اسلام کے تمام عقائد کا عنوان ہے اور نماز اسلام کی تمام عبادات، عبادات مالی ہوں یا جسمانی، عبادات حقوق اللہ کی ہوں یا حقوق العباد کی سب کا عنوان الصلوٰۃ ہے۔

یہ عنوان ہم نے سورۂ مدثر" **یا ایھا المدثر** " سے لیا ہے جو سورۂ اقراء کے بعد سب سے پہلی وحی ہے۔

اس پہلی آسمانی ہدایت میں کہا گیا ہے:

اے چادر اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ، تیار ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی کبریائی کا اعلان کرو **وربک فکبر**۔ اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو **وثیابک فطھر**۔

امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں تکبیرات کو توحید اور عقائد حقہ کا عنوان قرار دیا ہے اور کپڑوں کی

پاکی سے تمام عبادات کی طرف اشارہ کیا ہے اگر نماز اور اس کے پورے نظام و پروگرام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عبادت اسلام کے پورے نظام عبادت' عبادت الٰہی اور خدمت خلق کی مکمل روح اپنے اندر رکھتی ہے۔

میرے بھائیو! ہمارے بعض مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں اور اگر زبان سے نہیں کہتے تو ان کے دل میں یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہوگا کہ نظام الدین کا تبلیغی کام مسلمانوں کو محنت مزدوری کرنے تجارت کرنے اور روزی کمانے سے بے فکر کردیتا ہے' یہ خیال کم فہمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

میرے اباجی (مولانا محمد الیاسؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے رسول آخر الزماں ﷺ کی دلیل صداقت ظاہری اعتبار سے التاجر الصدوق اور التاجر الامین ہونے پر قائم تھی۔

یعنی آپ نے اپنی تیس سالہ (دس سال بچپن کے علاوہ) تاجرانہ زندگی کو ' معاملات کی امانت ودیانت کو اپنے صادق رسول ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور فرمایا:

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔

اے قریش مکہ! میں نے تم میں اس سے پہلے اپنی عمر کا بڑا حصہ گذارا ہے' کیا تم غور نہیں کرتے' میری عمر کا اتنا بڑا حصہ گوشہ نشینی میں نہیں گذرا میں نے عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذارے ہیں' جنگلوں میں پہاڑوں میں اور گوشہ نشینی میں نہیں گذارے۔

پھر کیا اس طویل زندگی کے معاملات کے اندر میں نے جھوٹ بولا' بددیانتی کی' دھوکہ بازی کی' اگر نہیں کی تو آج میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں خدا کا سچا رسول ہوں' تمہارے نزدیک مشکوک کیوں ہے۔

میرے بھائیو! غور کرو آج کی دنیا معاملات کی دنیا ہے' معاملات کی ہمہ گیری نے تعلیم' تجارت' صنعت وحرفت کے پھیلاؤ نے ساری دنیا کو ایک قوم بنادیا ہے اور یہ ہمہ گیری اور پھیلاؤ سائنس کی ترقیات کا نتیجہ ہے اور سائنس کیا ہے؟ خداتعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمت عقل وفکر کی ترقی کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معاملات کی ہمہ گیری کے اس بین الاقوامی دور کی خاص طور پر رہنمائی کیلئے جو

رسول بھیجا انہوں نے چالیس سال تک معاملات کے اندر' تجارت میں' بکریاں چرانے میں' غریبوں کی مدد کرنے میں' رشتہ داروں کا واجبی حق ادا کرنے میں گذاری اور یہی ان کی عبادت رہی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے الفاظ جو حضور ﷺ کی چالیس سالہ زندگی کی تعریف وتعارف میں کہے گئے ہیں ان پر غور کرو۔

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق۔

ایسے رسول مقبول ﷺ کی یہ امت آخری امت ہے' اس امت کی یہ خاص ذمہ داری ہے کہ وہ خدا کی عبادت نماز' روزہ اور حج وعمرہ کے ساتھ تجارت صنعت وحرفت اور تعلیم اور محنت کے میدان میں اپنی ضرورت ثابت کرے۔

پھر تبلیغی جماعت کے ذمہ دار علماء کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان صرف کلمہ پڑھنے اور نماز وروزہ ادا کرنے سے پورا مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت یہی حکم دے رہی ہے کہ مسلمان اسی وقت صحیح مسلمان کہلانے کے مستحق ہوسکتے ہیں' تب ہی خداتعالیٰ کے وعدوں کے مستحق ہوسکتے ہیں جب وہ اپنی پوری زندگی کو' توحید' نبوت اور نماز روزہ کے ساتھ کسب حلال کے میدان میں سرگرم رکھیں' محنت سے جی نہ چرائیں' تعلیم میں کمزور نہ پڑیں' خدا کے بندوں کی خدمت کرتے رہیں۔

عملی کمزوری انسانی فطرت میں داخل ہے لیکن اسلام کے بارے میں صحیح عقیدہ' اپنی مسلمانی کے بارے میں صحیح تصور مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔

میں مولانا محمد میاں صاحب جو میرے بزرگ ہیں' ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اہل علم کی اس مجلس میں مجھ جیسے ایک ادنیٰ طالب علم کو لب کشائی کرنے کی دعوت دی۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعت ولی اللہی اور حضرت شیخ الہند کی پکار (قرآن کی طرف لوٹو) کی صحیح ترجمانی کی ہے' حضرت شاہ ولی اللہؒ جن کی اصلاحی تحریک پر جمعیۃ علماء ہند چل رہی ہے اس

میں دین اور دنیا کے درمیان تفریق نہیں ہے کہ ایک مسلمان دنیا کی جدوجہد سے کنارہ کر کے ہی دین دار بن سکتا ہے یہ تصور رہبانیت ہے۔

دنیا کو دیندار بنانا ہم مسلمانوں کا فریضہ ہے اور یہ کام دنیا سے دور بھاگنے سے انجام نہیں دیا جاسکتا' بلکہ دنیا کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے سچائی دیانتداری اور خدمات کے جذبے سے چلانا ہی اسلام کی سچی تعلیم ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب کی یہ تقریر جو ایک تاریخی تقریر ہے تبلیغی کام کرنے والوں کی ہمیشہ رہنمائی کرتی رہے گی۔

حضرت مولانا الیاس صاحب اپنے وقت کے ولی تھے ایک ولی نے اسلام کو زندہ کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے صوفیائے ربانی کی حکمت عملی کو اختیار کیا اور آسان طریقہ کار اختیار کر کے عام مسلمانوں کو حرکت دی ہے۔

علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس محنت میں عوام کا ساتھ دیں اگر علماء کرام اس جدوجہد سے الگ رہے تو ان عوام کا بہک جانا بعید نہیں دینی تعلیم کے مکاتب بھی چلاؤ اور تبلیغ کے اس کام میں بھی وقت دیں

سلسلہ صفحہ ۳۱ کا

کی بات کی تصدیق کرنی پڑی۔ آپ نے بالکل سچ اور صحیح فرمایا اب اس میں بالکل تردد نہ رہا چچا جان کی بیماری میں بھی عزیز یوسف مرحوم اکثر نمازیں پڑھایا کرتے تھے لیکن چچا جان کے انتقال کے بعد صبح کی نماز جو اس نے پڑھائی ہے' میرا دل تو اسی نے کھینچ لیا تھا اور میں اسی وقت سمجھ گیا کہ الوداعی معانقے بیٹے کو دے گئے' ہوا یہ تھا کہ انتقال کے وقت بلکہ نزع شروع ہونے کے وقت چچا جان نور اللہ مرقدہ نے عزیز مولانا یوسف صاحب کو بلایا جو سو رہے تھے اور انتقال صبح کی اذان سے کچھ پہلے ہوا تھا اور بلا کر یوں فرمایا تھا کہ آ یوسف لپٹ لے ہم تو جا رہے ہیں وہ چچا جان کے سینے پر گر گیا اور بندہ کے خیال میں اسی وقت نسبت القائی کا القاء ہوا تھا واللہ اعلم۔

(آپ بیتی نمبر چار صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۵ مطبوعہ مکتبہ شیخ زکریا سہارن پور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ایک خط"

علماء اور اکابرین امت کے نام"

مخدوم و مکرم دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

عرصہ سے بعض علماء کے یہاں یہ احساس پایا جا رہا ہے کہ موجودہ تبلیغی جماعت اپنے بانی داعی کبیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مسلک و مزاج اور ان کے بنائے ہوئے خطوط سے منحرف ہوتی جارہی ہے۔

مثلاً حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی مجلس میں حاضر تھا جس میں انھوں نے فرمایا:

میرا مقصد اس دعوت و تبلیغ سے یہ ہے کہ لوگ اس کے بعد تعلیم کی ضرورت محسوس کریں۔ تاکہ معلمین کے پاس جا کر وہ علم دین سیکھیں اور مشائخ کے پاس جا کر اپنے اخلاق کی تربیت کرائیں ------ ہم نے تو صرف جذبہ پیدا کر دیا ہے کہ اپنے اخلاق درست کرو (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۱۹۰)۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات میں ہے: ☆ مقامی علماء سے دین سیکھو (ملفوظ نمبر ۲۴) ☆ علماء کے پاس جاؤ (ملفوظ نمبر ۲۹) ☆ اگر تم نے غلو کیا تو صدیوں میں آنے والے فتنے مہینوں میں آجائیں گے (ملفوظ نمبر ۳۸) ☆ صرف میری باتوں پر عمل کرنا بد دینی ہے شریعت پر عمل کرو (ملفوظ نمبر ۲۱۰)

حضرت تھانویؒ کی تعلیمات تبلیغی نصاب میں داخل ہیں (ملفوظ نمبر ۵۶) ایک موقعہ پر

فرمایا: یہ تمام چلت پھرت تو میرے اصل کام کی صرف الف: باء ہے (ملفوظ ۴۴)۔ اسی طرح فرمایا: میری چاہت ہے کہ اس کام میں لگا کر لوگوں کو سات سو سال پہلے کے لوگوں کی طرح بنادوں (ملفوظ نمبر ۳۸)

حضرت شیخ زکریا مہاجر مدنیؒ کے ملفوظات میں ہے کہ:

حضرت چچا جان (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نور اللہ مرقدہ خود فرمایا کرتے تھے کہ علم و ذکر تبلیغی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ان کے بغیر تبلیغ نہ چل سکے گی' حضرت نور اللہ مرقدہ خود مدرسہ کا اہتمام فرماتے تھے اس لئے تبلیغی کام کرنے والوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اس تبلیغی کام کو مدارس یا خانقاہوں پر فضیلت دیں' نہ زبان سے نہ اشارہ کنایہ سے' خوب سمجھ لو اور غور کرو۔۔۔۔ مگر ایک بات مولویوں سے بھی کہتا ہوں کہ منکرات پر ضرور ٹوکو (ملفوظات شیخ نمبر ۳۲)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس جماعت کے عام لوگوں کو چھ باتوں تک محدود کردیا تھا'

آج فکری اور عملی طور پر یہ جماعت علماء و مشائخ اور مدارس و خانقاہوں سے دور ہوتی جارہی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بے اصولیوں کے بڑے واقعات سامنے آرہے ہیں' جزوی واقعات کی کمی نہیں ہے' مگر اصولی طور پر چند چیزیں ایسی ہیں جو شرعی نقطۂ نظر سے قابل غور ہیں' اور اگر پوری دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ ان پر توجہ نہ دی گئی اور ان کی اصلاح نہ کی گئی تو نہ صرف یہ کہ یہ جماعت مسلک حق اور مسلک دیوبند سے الگ ہوجائیگی بلکہ دیگر بدعتی فرقوں کی طرح یہ محض ارشادات' فرمودات اور توہمات و واقعات پر مبنی والی ایک جماعت بن جائیگی' (العیاذ باللہ) جو نہ صرف مسلکِ دیوبند کا نقصان ہوگا بلکہ ملتِ اسلامیہ کا بھی نقصان ہوگا کہ موجودہ دور میں دین کے نام پر کام کرنے والی اتنی بڑی عالمی جماعت کوئی نہیں۔

ذیل میں چند اشارات پیش خدمت ہیں!

☆ مرکزی امارت کے انتخاب میں اسلامی تاریخ کے مروجہ طرق سے ہٹ کر توحدِ امیر کے بجائے تعدد امیر کو اختیار کیا گیا جو آجتک قائم ہے اس کی کوئی نظیر شریعت اسلامی میں موجود نہیں۔ وقائع اسلامیہ میں خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی چھ رکنی مجلس کا بعض لوگ حوالہ دیتے ہیں مگر اس کی حیثیت محض عبوری تھی اور پھر وہ مجلس' مجلس خلافت نہیں بلکہ برائے تشکیل خلافت تھی اسی لئے تشکیل خلافت کے ماسوا بنیادی فیصلے کرنا اُس کے اختیار سے باہر تھا۔ ☆ مستورات کی جماعت کی باقاعدہ مہم جو اکابر علماء کے فتاویٰ وارشادات کی روشنی میں سراسر دین کے مزاج اور عورت کی حیثیت عرفی و شرعی کے خلاف ہے' علاوہ ازیں پوری تاریخ اسلامی بشمول عہد مولانا محمد الیاسؒ اس کی نظیر سے خالی ہے ☆ نصوص کا غلط انطباق' جو بعض مرتبہ معنوی تحریف کے ذیل میں داخل ہوجاتا ہے ☆ ترغیب و تحریص کے ساتھ جبر و اکراہ کی بعض صورتیں جو دینی دعوت کے مزاج کے خلاف ہیں' ☆ یہ تصور کہ دین کا کام بس یہی ہے' باقی مدارس' مکاتب' خانقاہوں اور تحریکات کی صورت میں جو کام ہورہے ہیں وہ دین کے حقیقی کام نہیں ہیں' ☆ بیان کرنے یا مکمل دینداری کیلئے چلے لگانے کا لزوم' ☆ جو لوگ اس کام میں حصہ نہ لیں اور دیگر اہم اور ضروری دینی خدمات میں مصروف ہوں ان پر نکتہ چینی اور ملامت ☆ اجتماعات کے مواقع پر دوسرے امور خیر کے بجائے صرف زیادہ سے زیادہ جماعتیں نکالنے پر زور' ☆ چلوں کی تعداد کا لزوم' ☆ اوقات و ایام کا لزوم' ☆ کتاب فضائل اعمال کا لزوم' ☆ مخصوص ہیئت و صورت کا لزوم' یہ تمام التزامات التزام مالا یلزم اور اصطلاح شرع میں بدعت کے دائرے میں آتے ہیں۔ اور بریلویوں کے خلاف اکابر دیوبند کی ساری جدوجہد کی روح ہی یہی رہی ہے۔ ورنہ اصولی طور پر قیام' میلاد' سلام' فاتحہ' قرآن خوانی' تمام رسموں کا جواز موجود ہے۔ مگر فکری' عملی یا روایتی لزوم کسی مباح یا مستحب چیز کو بھی بدعت بنادیتی ہے۔ لزوم کا پتہ چلانا ہو تو جماعت کی کسی

روایت کے (جو زیادہ سے زیادہ مباح کے دائرے میں آتی ہے) خلاف کر کے دیکھیں بڑے واقعات ہیں' پورا دفتر ہو جائیگا مثلاً عصر کے بعد کی تعلیم کے لئے فضائل اعمال کے بجائے حضرت تھانویؒ یا اور کسی اہل علم کی کتاب یا تفسیر قرآن ہی رائج کر کے دیکھئے ' پھر دیکھئے کہ مرکز اور شاخوں کی طرف سے کیا ردعمل ہوتا ہے۔ ان چیزوں کی اصلاح کیلئے پوری ہمدردی' خیر خواہی اور محبت کے جذبات کے ساتھ علماء اور اہل شعور کی ایک تعداد انفرادی یا اجتماعی' اور تحریری یا زبانی طور پر کچھ برسوں سے سرگرم عمل ہے جس میں بعض اکابر علماء اور محققین کے نام بھی لئے جاسکتے ہیں۔ لیکن بعض لوگوں کا احساس ہے کہ جماعت نے اپنے کان بند کر لئے ہیں' یا علماء و مصلحین کو اپنا مخالف سمجھ لیا ہے جبکہ جماعت حقہ کی شناخت یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کیلئے شریعت کے مطابق ہر وقت تغیر پذیر حالت میں رہے' محض قدیم روایات و معتقدات یا ان سے مرتب ہونے والے نتائج و ثمرات کو بنیاد نہ بنائے' اسلئے بعض مصلحین کا خیال ہے کہ جماعت کے مرکزی قائدین کو اس جانب خصوصی طور پر متوجہ کیا جائے' اور اصلاح کے تعلق سے ان پر دباؤ ڈالا جائے بصورت دیگر عملی نمونہ کے طور پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مسلک و مزاج اور ان کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں متعدد مقامات پر ایسے حقیقی' معنوی اور اصولی تبلیغی مراکز قائم کئے جائیں جہاں اس عظیم کار نبوت کو خود وارثین انبیاء اور تجربہ کار علماء' صلحاء' فقہاء اور ان کے صحبت و تربیت یافتہ حضرات انجام دیں۔

اللہ آپ سے دین و ملت کی عظیم خدمات لے رہا ہے اور آپ کا سلسلۂ فیض دور دور تک پہنچا ہوا ہے آپ کا علم گہرا' فکر پختہ اور تجربات وسیع ہیں' اس وقت امت کی قیادت کا باگ ڈور جن شخصیات کے ہاتھوں میں ہے ان میں ایک آپ بھی ہیں' اس لئے ملت اسلامیہ کے نفع و نقصان کی پوری ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوتی ہے'۔۔۔۔۔لھذا

ہماری آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر فوری توجہ کی جائے اور اس کے

لئے ضروری اور سنجیدہ اقدامات کئے جائیں' جن کا مقصد انتشار نہ ہو بلکہ اصلاح ہو آپ کے مفید مشورے اور احساسات و خیالات کا انتظار رہیگا۔ ہمیں آپ کی عظیم دینی' علمی اور ملی مصروفیات کا پورا احساس ہے لیکن اس عظیم نازک مسئلے کے لئے آپ کے قیمتی وقت اور رہنمائی کی امت کو سخت ضرورت ہے۔ گذارش ہے کہ بعجلت ممکنہ اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

والسلام
اختر امام عادل

سلسلہ صفحہ ۴۳ کا

مظفر حسین کاندھلوی (م ۱۲۸۲ھ) کا علمی و روحانی تعلق بھی خاندان ولی اللہی سے مربوط ہے۔

الغرض اسلام زندہ مذہب ہے تو اس کی دعوت و تبلیغ کا عمل بھی ہر دور میں زندہ رہے گا انداز میں تبدیلی آئے گی۔ وسائل و ذرائع میں فرق ہوگا مگر روح دعوت اور مقاصد تبلیغ ہمیشہ ایک رہیں گے اور ہمیں مکمل یقین ہے کہ دعوت و اصلاح کا یہ تاریخی تسلسل انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

"قارئین متوجہ ہوں"

باذوق قارئین سے درخواست ہے کہ

O رسالہ کا خریدار بنکر اور اپنے حلقہ میں اس کا تعارف کرا کے ہمارے مشن میں شریک ہوں O اپنے خط اور خیالات ہمیں ارسال کریں ہم ان کے لئے مستقل کالم رکھیں گے O اور اگلے شمارہ کے لئے کوئی اور اہم دینی اصلاحی توجہ طلب موضوع آپ کے ذہن میں ہو تو اس سے ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم اس پر علماء اور اہل قلم سے انشاء اللہ مذاکرہ کریں گے۔ (ادارہ)

’’سوالنامہ بہت مفید اور نا قابل انکار شکایات پر مشتمل ہے‘‘

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مدظلہ
مفتی شہر آگرہ

مولانا اختر امام عادل سلمہ ربہ کا ایک مطبوعہ استفتاء (سوال نامہ) احقر کو جواب لکھنے کے لئے دیا گیا ہے' سوال نامہ بہت مفید اور بڑی حد تک تبلیغی جماعت سے متعلق نا قابل انکار شکایات پر مشتمل ہے۔

احقر نے موصوف کا پورا مکتوب بغور وفکر پڑھا مگر موصوف کے تجویز کردہ طریقہ اصلاح سے متفق نہ ہو سکا۔ موصوف نے اپنے سوال نامہ کی ابتداء یوں کی ہے' لکھتے ہیں:

’’عرصہ سے علماء کے بیچ محسوس کیا جا رہا ہے کہ موجودہ تبلیغی جماعت اپنے بانی داعی کبیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (علیہ الرحمہ) کے مسلک و مزاج اور ان کے بنائے ہوئے خطوط سے منحرف ہوتی جا رہی ہے۔‘‘

اس کے بعد اپنے اس دعویٰ کی تائید میں حضرت مولانا الیاس صاحب اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ کے ارشادات گرامی نقل کئے ہیں (یہ سب تفصیلات سوالنامہ ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں)

آخر میں بعض مصلحین کا خیال اور مشورہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

’’اگر یہ جماعت اپنی روش ترک نہ کرے تو عملی نمونہ کے طور پر حضرت مولانا محمد

الیاس صاحب کے مسلک و مزاج اور ان کی تعلیمات وہدایات کے مطابق اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں متعدد مقامات پر ایسے حقیقی' معنوی اور اصولی مراکز قائم کئے جائیں جہاں اس عظیم کار نبوت کو خود وارثین انبیاء اور تجربہ کار علماء' صلحاء' فقہاء اور ان کے صحبت یافتہ حضرات انجام دیں جو ایک طرح کا تربیتی مرکز بھی ہو اور داعیوں اور مبلغوں کے لئے اسوۂ خیر بھی‘‘ ۔۔۔۔ انگلینڈ میں اس فکر کے حامل بزرگوں اور علماء کے صحبت و تربیت یافتہ محترم الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی ہیں اور کئی علماء اہل فکر ان کے ہمنوا ہیں' پاکستان میں بھی متعدد حضرات اس فکر کے حامی و موید ہیں۔

اب یہ آواز ہندوستان میں بھی سنائی دے رہی ہے اور اہل علم کی ایک جماعت اس خیال کی موید ہے۔ لہٰذا ہماری آپ سے مودبانہ گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر فوری توجہ کی جائے اور اس کے لئے ضروری اور سنجیدہ اقدامات کئے جائیں آپ کے مفید مشورے اور احساسات وخیالات کا انتظار رہے گا' ہمیں آپ کی عظیم دینی و علمی' ملی اور ملکی مصروفیات کا پورا احساس ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو سکے اپنے جواب سے سرفراز فرمائیں تو نوازش ہوگی۔ والسلام۔ اختر امام عادل۔

موصوف محترم مستفتی صاحب نے تبلیغی جماعت کے کار دعوت وتبلیغ کی جو تصویر کشی فرمائی ہے' دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت اور اس کے مقام ومرتبہ پر نظر تحقیق رکھنے والے حالات سے باخبر اصحاب اپنی اپنی جگہ اس کی موجودہ روش اور اس میں پیدا ہو جانے والے فساد اور بگاڑ کے انجام وعواقب کی ہولناکی وخطرناکی برابر محسوس کرتے رہتے ہیں لیکن ’’فر من المطر وقام تحت المیزاب‘‘ جیسی بامعنی ضرب المثل پر عمل کرتے ہوئے عام طور پر اصحاب تحقیق دور اندیش علماء کرام کا طبقہ مرکز نظام الدین دہلی کے متوازی دوسرے مرکز کے قیام کی بات نہیں سوچ رہا ہے۔

مناسب ہوگا کہ محترم مستفتی صاحب اور ان جیسے دوسرے مصلحین جو تبلیغی جماعت میں پیدا ہو جانے والے فساد اور بگاڑ کی اصلاح و معالجہ کے لئے کمر ہمت کس رہے ہیں وہ تاریخ دعوت ایمان و اسلام کے عروج و زوال پر ایک سرسری سی طائرانہ نظر ہی ڈال لیں تو انہیں دوران مطالعہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی ضرور رہنمائی کرتا ہوا نظر آجائے گا "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم" (کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے)

اسی طرح حضور پرنور ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے بعد قائم ہونے والی خلافت راشدہ کی مدت صرف تیس سال ہی بیان فرمائی۔ اور یہ مجموعی مدت اگرچہ تیس سال بتائی گئی ہے لیکن یہ پوری مدت بھی یکساں نہیں رہی ہے اس مدت میں بھی خلافت شیخین (حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا دور سب سے بہتر رہا پھر خلیفہ سوم شہید مظلوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ رہا اور اس کے بعد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا زمانہ خلافت رہا جو پورا زمانہ خانہ جنگیوں ہی کی نذر ہو گیا اور مملکت اسلامیہ کے حدود سابقہ حد بندیوں ہی میں محدود رہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ازالۃ الخفا میں اس موضوع پر بحث کا حق ادا کر دیا ہے

تاریخ اسلام سے متعلق ان بنیادی اشاروں کو نظر میں رکھئے تو پھر آپ کو اپنے اس سوال میں الجھنا ہی بیکار نظر آنے لگے گا کہ جماعت تبلیغ بانی داعی کبیر کے مسلک و مزاج اور اصول و طریق سے کیوں منحرف ہو گئی ہے۔

اوپر کی مندرجہ تفصیل سے جب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد سعادت کا خیر بھی حضرت کے وجود باجود کے بعد ہی سے بتدریج کم ہوتا گیا ہے تو پھر اب کسی کو یہ خوش فہمی ہی کیوں ہو کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور کی برکت اور

ان کی محنت کے اثرات قیامت تک علی حالہ چلتے رہیں۔

علاوہ ازیں موصوف کے سوال سے بظاہر یہی سمجھا جا رہا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کے دور میں تبلیغی جماعت کے مجموعی نظام عمل سے اس وقت کے حضرات علماء کرام کلیۃً متفق اور اس کے نظام کو اعتراض و اختلاف سے ماورا سمجھتے تھے حالانکہ فی الحقیقہ یہ صورتحال ہرگز نہیں تھی راقم السطور نے اپنے دور تعلیم سے ۱۳۵۷ھ تا ۱۳۶۳ھ میں متعدد بار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کو قریب سے دیکھا اور براہ راست ان کی تقریریں سنی ہیں۔

اس وقت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی حیات تھے ان کے علاوہ اور دوسرے متعدد اکابر علماء بھی موجود تھے اور طبقہ علماء کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کی تبلیغی سرگرمی اور ان کی دھن کو ان کی مغلوبیت حال کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ان کی پیروی کو ضروری نہیں قرار دیتے تھے۔

حضرت حکیم الامۃ علیہ الرحمہ کا اس نظام تبلیغ سے اختلاف تو بالکل ہی ظاہر رہا حضرت کے علاوہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ جو حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کے مجاز و خلیفہ بھی تھے اور مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرستوں میں سے تھے انھیں بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ کی اس مغلوب الحالی کی کیفیت سے اختلاف تھا جس کا ذکر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے "آپ بیتی" میں کیا ہے۔ بلکہ خود شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بھی مولانا عاشق الٰہی صاحب کو اس میں یہی کہہ کر بحث سے روکا ہے کہ چچا جان تو مغلوب الحال ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی اسی مغلوب الحالی کی وجہ سے دعوت و تبلیغ میں اس وقت بھی نادانستہ طور پر ہی سہی لوگوں کی بے احتیاطی سے حدود شرع نظر انداز ہو جاتے تھے جس

پر پکڑ اس وقت بھی برابر ہوتی رہی ہے بلکہ اس وقت کے نکیر کرنے والے علماء آج کل کے معترضین سے بدرجہا فائق اور مخلص ومتدین تھے۔

ایسی صورت میں کہ دور حاضر خیر القرون سے روز بروز دور ہوتا جارہا ہے اس کی کیا ضمانت ہوسکتی ہے کہ مجوزہ نیا اصولی مرکز تبلیغ آئندہ اسی قسم کی بے اصولیوں اور بے اعتدالیوں سے برابر محفوظ رہے گا؟

جو حضرات اخلاص ودیانت کے ساتھ موجودہ نظام تبلیغ میں کچھ باتیں قابل اصلاح سمجھتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ اتنی سی ذمہ داری تسلیم کی جاسکتی ہے کہ وہ حدود میں رہتے ہوئے قابل اصلاح باتوں کی اصلاح کی فکر کریں اور بس!

مرکز نظام الدین کے متوازی کسی دوسرے مرکز کا قیام کسی طرح صحیح سمجھ میں نہیں آرہا ہے اس لئے اس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علماء اہل تحقیق جو علم دین کی خدمت میں مصروف ہیں فقہ و افتاء پر اچھی نظر رکھتے ہیں وہ علی العموم اس کار تبلیغ کو وہ درجہ نہیں دیتے جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ اپنی مغلوب الحالی کی وجہ سے دیتے رہے اور ان کے بعد ان کے جانشیں ان کے اتباع وتقلید میں دے رہے ہیں۔

اس لئے ایسے کسی نئے مرکز تبلیغ کی امارت کے لئے کوئی مناسب وموزوں شخصیت شاید ہی تیار ہوگی اور ناموزوں شخص کی قیادت وامارت کی صورت میں مستفتی صاحب کی بیان کردہ مشکل کا حل بہر حال نہ نکل سکے گا۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا خطرہ واندیشہ یہ بھی ہے کہ اگر دوسرا نیا مرکز تبلیغ قائم کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں عام مسلمانوں میں تبلیغ کا کام بڑھے یا نہ بڑھے لیکن دونوں مرکزوں میں باہم تنقید واعتراض اور مناظرہ ومجادلہ بحث ومباحثہ کا غلط کام ضرور بڑھ جائے گا دونوں ہی مراکز

بقیہ صفحہ ۸۳ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”ایسا شخص لقمہ نہ دے جو جماعت میں شریک نہ ہو“

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر مسلم پرسنل لا بورڈ

لکھنؤ
۳؍صفر ۱۴۲۲ھ

مکرمی! زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ کا مکتوب (جس پر تاریخ درج نہیں) موصول ہوا۔ بہتر ہوتا آپ مرکز کے ذمہ داروں کو اپنے احساسات وتاثرات سے مطلع کرتے اور انہیں توجہ دلاتے۔ ہم ذاتی طور پر اس مبارک کام میں شریک نہیں ہیں۔ یہ ہماری کوتاہی ہے۔ ہمارا ان حضرات کو کوئی مشورہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ امام کو ایسا شخص لقمہ دے جو جماعت میں شریک نہ ہو۔

والسلام

مخلص

محمد رابع حسنی ندوی

’’ان میں کوئی بات منکرات کے قبیل کی نہیں ہے‘‘

حضرت مولانا برہان الدین قاسمی سنبھلی مدظلہ
استاذ حدیث و رئیس قسم التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فاضل مکرم و محترم جناب مولانا اختر امام عادل صاحب زید فضلہ و کرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف ! مطبوعہ مکتوب موصول ہوا، جس میں جماعت تبلیغ سے متعلق کچھ استفسارات کئے گئے اور اس میں در آنے والی کچھ باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ وقت جو مسلمانوں۔ بالخصوص ہندی مسلمانوں کیلئے بے حد نازک، صبر آزما اور پرفتن ہے ایسے وقت میں ایک ایسے مسئلہ کو کیوں چھیڑا گیا جبکہ اس سے بہت زیادہ خطرناک مسائل اور خطرات مسلمانوں کو درپیش ہیں۔ جو باتیں جماعت کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اگر بالفرض وہ سب صحیح بھی ہوں تب بھی ’’منکرات‘‘ کے قبیل کی نہیں ہیں۔ درآں حالانکہ بہت سی تنظیمیں اور ادارے جن سے بہت سے علماء وابستہ ہیں کھلے منکرات تک کے۔ بعض اوقات مرتکب ہو جاتے ہیں مگر بایں ہمہ ان کے بارے میں وہ فکر مندی ظاہر نہیں کی گئی۔ تبلیغی جماعت کے اندر چند افراد کا۔ بجائے کسی ایک امیر کے۔ کارگزار ہونا، کوئی منکر شرعی نہیں (کسی ملک کے امیر یا خلافت کے ذمہ دار کا مسئلہ تو ہے نہیں جس میں تو حد ناگزیر ہو) اب تو قضیہ، دار العلوم دیوبند کے سامنے آنے کے بعد

بقیہ صفحہ ۶۹ پر

باسمہ سبحانہ

’’بدعت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں‘‘

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی
صدر المدرسین مدرسہ شیخ الاسلام شیخو پورہ اعظم گڑھ
و مدیر رسالہ المآثر

عزیزم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

تبلیغی جماعت کے بارے میں تمہارا مطبوعہ خط ملا۔ مجھے اس خط کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مفید جماعت جاہلوں کے ہاتھ میں پڑ کر کچھ سے کچھ ہو گئی ہے علماء سے یہ جماعت تقریباً کٹ گئی ہے۔ اور علم اور علماء اور مدارس کی بے وقعتی جیسے اس کے پروگرام میں شامل ہو گئی ہے۔

پھر یہ کہ تبلیغی جماعت کا یہ خاص مروجہ طریقہ ایک امر محدث ہے جس کی سند حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ سے اوپر نہیں چڑھتی۔ بس یہ محدثات کے دائرے میں آ گئی ہے۔ اگر یہ صرف کام کا ایک طریقہ ہوتا اس طریقہ میں مقصودیت کی شان نہ ہوتی۔ جس کا جی چاہے شریک ہو۔ جس کا جی چاہے نہ شریک ہو کوئی زور نہ ہوتا۔ کوئی دعوت عامہ بلکہ اصرار عام نہ ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ مگر اب تو جماعت کا یہی مخصوص طریقہ مقصود بن گیا ہے۔ ہر جگہ اسی کو رائج کیا جاتا ہے۔ اس کو اصول کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کی ترتیب میں اسے داخل کرے۔ اور جو اس سے کنارہ کش ہے۔ وہ مورد ملامت ٹھہرتا ہے۔ تو کیا شبہ کہ بدعت کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔

۱۴ محرم ۱۴۲۲ھ

باسمہ سبحانہ

بلاشبہ بہت سی کمزوریاں ہیں لیکن ----------

حضرت مولانا عبید اللہ الاسعدی مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

محترمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے بخیر ہوں گے۔ ناظم صاحب کے نام آپ کا مطبوعہ خط ملا۔ دردوفکر سے بھرا جذبہ قابل مبارکباد ہے اور بلاشبہ بہت سی کمزوریاں ہیں لیکن اس کے علاوہ ---- تحریک وتنظیم کا نقصان۔ خود آپ کو اور ہم کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم اہل دیوبند کے لئے برصغیر میں کام کی فضاء بنانے اور حلقہ بڑھانے میں اس کام کا بہت بڑا دخل ہے اور اسی لئے ہر جماعت ان سے برانگیختہ ہے۔ مگر کام کے نفع کی بنیاد پر اکابر نے ہمیشہ تائید کی ہے اور تنقید اگر کی ہے تو محتاط انداز و پیرایے میں اور اگر کیوں کی فکر نے یہ سوچنے پر مجبور کیا ہے تو پہلے خود اپنے گھر کی خبر لیجئے تبلیغ کا کام ظاہر ہے کہ آپ کا کام ہے نہ ہمارا نہ ہم لوگ اس میں زیادہ لگے۔ مدارس ہمارے ہیں ذرا اس پر بھی توجہ فرما کر کسی تنظیم وتحریک کی بات چلایئے کہ ان تعلیمی اداروں میں۔ مرکزی ہو یا غیر مرکزی کیا کیا سیاہ وسفید ہو رہا ہے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکمت وموعظت کی رعایت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الاسعدی غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۵

''اصولی طور پر آپ کی دعوت صحیح ہے''

حضرت مولانا نور عالم خلیل الامینی مدظلہ
استاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند ومدیر الداعی

برادر مکرم مولانا اختر امام عادل صاحب زاداللہ علماء وفکرا وصلاحا وحماسا

سلام مسنون۔ خدا کرے آپ ہر طرح مع الخیر ہوں۔ آپ کا ''میمورنڈم'' یا ''دعوت نامہ فکروعمل'' نظر نواز وچشم کشا ہوا۔ اصولی طور پر یہ ''دعوت'' صحیح ہے۔ لیکن حوصلہ کار رکھنے والے علماء ومفکرین وذمے داران مدارس ودعاۃ الی اللہ سے ربط کریں اور آپ نے کیا بھی ہوگا۔ یہی لوگ اس سلسلہ میں مفید ہوسکتے ہیں۔ میں تو یک سو بے کار بیمار اور ساتھ ہی بے حد مشغول آدمی ہوں۔ جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں اس لئے اس حوالے سے یکسر غیر مفید ہوں۔ اللہ پاک آپ کے فکروعمل کے قافلے کو اسی طرح رواں دواں اور ہر دم جواں رکھے۔ صحت وعافیت عمر اور وقت میں برکت کے لئے آپ سے دعا کا طالب ہوں۔

۱۰/محرم ۱۴۲۲ھ
۵/اپریل ۲۰۰۱ء

والسلام
دعا گو ودعا جو
نور عالم امینی
افریقی منزل قدیم۔ دیوبند

''مذکورہ حقائق ناقابل انکار ہیں''

حضرت مولانا محمد سالم صاحب القاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند و جانشین حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ

محترم و مکرم مولانا اختر امام عادل صاحب　　زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مطبوعہ عنایت نامہ موصول ہوا۔ مذکورہ حقائق ناقابل انکار ہیں۔ اصلاح اگر چہ بادی النظر میں دشوار تر نظر آتی ہے۔ مگر آپ جیسے ارباب اخلاص بتوفیق الٰہی اگر اٹھ کھڑے ہوں گے تو اصلاح ناممکن نہیں ہے۔ حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ نے آج سے چالیس سال قبل حضرت بانی علیہ الرحمہ کے طرز و مذاق سے انحراف کے آغاز کے وقت ارباب بست و کشاد کو مطلع کیا تھا کہ ابھی اس پر اگر قدغن عائد نہ کی گئی تو یہ تحرب پسندی امت کے لئے موجب تفریق بن جائیگی۔ لیکن وہاں کا یہ معتاد اصول ''سنو سب کی اور جواب دے بغیر کرو اپنے من کی'' یہ اصلاحی صدا' صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے خدا کرے کہ آنمحترم کا خلوص موثر ہو اور حق تعالیٰ ملت اسلامیہ کو خطرناک اور متوقع تفریق سے محفوظ فرماوے۔

اقدام کوئی حساس مخلص ہی کیا کرتا ہے اور مخلصانہ اقدام بذات خود اتنا جذاب ہوتا ہے کہ اللہ کی توفیق سے اہل ہمت ساتھ آتے رہتے ہیں اور کارواں بنتا چلا جاتا ہے۔ اس طرز فطرت سے ہٹ کر اگر اقدام سے قبل قافلہ سازی کی کوشش کی جاتی ہے تو عموماً اس کی کامیابی محتمل بن جاتی ہے۔ آپ جیسے عالم فہیم کو تفصیلات لکھنا سوئے ادب معلوم ہوتا ہے اس لئے انہی طالب علمانہ سطور پر اکتفا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

والسلام

احقر محمد سالم قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''علماء کرام اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں''

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی مدظلہ
مفتی اعظم پنجاب

مکرمی و محترمی مولانا اختر امام عادل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا والا نامہ موصول ہوا۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جن احساسات کا اظہار کیا ہے۔ وہ غلط نہیں ہیں۔ یہ تمام باتیں تقریباً سبھی کے علم میں ہیں اور علمائے کرام ان کو دیکھ کر اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ میں نے اپنے طور پر بھی دیوبند کے اپنے اکابر سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ اور وہ بھی ان باتوں پر متفق نظر آئے۔

شاید آپ کے علم میں ہو کہ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کی تحریک پر حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے مسجد چھتہ کو مرکز بنا کر صحیح بنیادوں پر تبلیغی کام کا ارادہ فرما لیا تھا بلکہ حضرت نانوتویؒ کا وہ کمرا جو مسجد چھتہ میں ہے اسی غرض کے لئے خالی کرایا گیا تھا پھر نہ معلوم کس وجہ سے یہ کام شروع نہ ہو سکا۔

آپ نے جو صورت تحریر فرمائی ہے اس کو موثر بنانے کے لئے ضروری ہوگا کہ ملک کے باا ثر اور معتبر علمائے کرام مجموعی طور پر اس میں شرکت فرمائیں باقاعدہ کام شروع کرنے سے پہلے اہل علم کا بڑا

بقیہ صفحہ ۶۹ پر

علی گڑھ

۱۰/اپریل ۲۰۰۱ء

''اصلاح ناگزیر ہے''

جناب مولانا ڈاکٹر مسعود عالم قاسمی مدظلہ
صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

مولانا اختر امام عادل صاحب　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں صداقت پائی جاتی ہے۔ بستی نظام الدین میں مولانا رحمت اللہ صاحب رہتے تھے انہوں نے جنوبی ہند میں تبلیغ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں آخر عمر میں تقریباً یہی خیالات ان کے تھے بلکہ حضرت قاری طیب صاحبؒ کو انہوں نے ہی ان امور کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ان کے صاحب زادے حضرت مولانا عبداللہ طارق صاحب۔ اس وقت ان کے جانشین ہیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنا چاہئے۔ اسی بستی میں جناب یحیٰی نظامی صاحب بھی ہیں جنہوں نے ۱۸ سال تک تبلیغی سرگرمیاں انجام دیں اور تقریباً انہی خیالات کا اظہار کیا۔

پچھلے دنوں مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب اور مولانا عبدالقدوس رومی صاحب نے تبلیغی نصاب کے التزاماً پڑھے جانے اور علماء سے تبلیغی حضرات کی بے اعتنائی پر قلم اٹھایا تھا۔ حضرت مولانا الیاسؒ کی تحریک نے جو رخ اختیار کیا ہے وہ اس کے عوامی ہونے کی بنا پر ناگزیر ہے مگر وہ تبلیغ کے ذمہ دار حضرات ان علماء کو وزن نہیں دیں گے جو اس کام میں وقت نہیں لگاتے اور جو وقت لگاتے ہیں وہ ان مسائل پر توجہ نہیں دیتے۔ مسلک دیوبند قرآن وسنت کا ترجمان تھا اگر قرآن وسنت کی جگہ ہمارے اقوال وافعال یا ہمارے بڑوں کے اقوال وافعال لے لیں تو اصلاح کی کوشش کرنا ناگزیر ہے یہی بات

مولانا الیاسؒ نے فرمائی تھی۔ ''صرف میری باتوں پر عمل کرنا بددینی ہے شریعت پر عمل کرو'' قربان جائیں عاشق رسول ﷺ کے اس قول پر جو شریعت کو میزان بنائے رکھے مگر عوامی تحریک ہو جانے پر کوئی اپنے عمل کو اس میزان پر تولنے کے لئے آمادہ نہیں۔ آپ نے جس کام کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ضروری ہے مگر نازک۔ اس میں تعصبات کا سامنا کرنا پڑے گا آپ اکابر علماء سے رجوع کریں اللہ کرے اخلاص کے ساتھ اس سمت پیش قدمی ہو۔

والسلام۔
مسعود عالم قاسمی

سلسلہ صفحہ ۶۲ کا

جماعت (مجلس شوریٰ) کو ہی ''حیثیت حاکمہ'' تسلیم کرنے پر شرعی دلائل دئے گئے اور دئے جا رہے ہیں اور یہی بات تسلیم کرائی جا رہی ہے اور بہت سے علماء نے خواہ وہ ایک حلقہ ہی کے سہی مان بھی لی ہے۔ چنانچہ مہتمم کی حیثیت امیر کی نہیں بلکہ ''حیثیت حاکمہ'' کے ایک کارندہ یا دست و بازو کی ہو گئی ہے۔ تو پھر جماعت تبلیغ میں بجائے ایک فرد کے چند افراد کے ذمہ دار ہونے پر کیوں اشکال ہو۔

بہر حال میرے نزدیک یہ وقت بالکل اس کام کیلئے موزوں نہیں کہ ایک ایسے مسئلہ کو جسے مسئلہ کہنا ہی مشکل ہو زیر بحث لاکر انتشار فکر و عمل کا ذریعہ بنایا جائے۔ والسلام۔

محمد برہان الدین

سلسلہ صفحہ ۶۷ کا

اجتماع اس بات کا فیصلہ کرے اور اس کے خدوخال واضح طور پر متعین کرے تبھی اس کام میں کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ میں شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ آپ کی صلاحیتیں ماشاء اللہ آپ کے مضامین وغیرہ سے سامنے آتی رہتی ہیں۔ آپ ماشاء اللہ نوجوان ہیں آپ میں حوصلہ اور ہمت ہے اور یہی عمر دراصل کسی کام کے انجام دہی کی ہوتی ہے۔ آپ سے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

والسلام
(مفتی) فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
دہلی گیٹ مالیر کوٹلہ پنجاب

بتاریخ ۹/۳/۲۰۰۱ء

”احرار کا ہر ممبر اس کی تائید کرتا ہے“

مولانا ضمیر مجاہد جونپوری (مرحوم)
جنرل سکریٹری مجلس احرار پارٹی لدھیانہ

حضرت مولانا محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ کا ارسال کردہ لفافہ موصول ہوا پڑھ کر بہت مسرت ہوئی بندہ اس کی اور احرار کا ہر ممبر تائید کرتا ہے سات اپریل کو لدھیانہ میں کربلا کانفرنس میں اس کا میں نے اعلان بھی کیا اور اعلان کے بعد لوگوں میں اس وقت بڑا جوش رہا وہیں پر مخالفین نے مجھے فون پر مغلظات سے بھی نوازا یہ وہی حضرات ہیں جو تبلیغ سے لگے ہوئے ہیں علماء صلحاء کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور سرمایہ داروں کے چنگل میں بری طرح سے پھنسے ہوئے ہیں اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ اکثر وہ علماء جو مسجد کی امامت اور مدرسہ کی نظامت سے وابستہ ہیں چندے کی وجہ سے تاثر لکھنے میں آنا کانی کرتے ہیں۔ اور بقیہ خدا کا شکر ہے جملہ اصحاب تبلیغ کی خدمت میں السلام علیکم عرض ہے۔

والسلام
ضمیر مجاہد

۲۰۰۱/۵/۱۵ء

”خواص کے ذریعہ ان کمزوریوں کو دور کیا جائے“

حضرت مولانا سعید الرحمن الاعظمی مدظلہ
مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ و مدیر البعث الاسلامی لکھنؤ

فاضل گرامی منزلت حضرت مولانا اختر امام عادل صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

مفصل مراسلہ بہ سلسلہ اصلاح دعوت وتبلیغ موصول ہو کر باعث تشکر ہوا اس موضوع پر کچھ رائے دینے سے پہلے مناسب ہوگا کہ یہ جملہ گذارشات تبلیغ کے ذمہ دار حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں وہ بھی اگر اس سے اتفاق کرتے ہوں تو بہتر ہے کہ مشورے سے ایسے امور سے اجتناب کیا جائے جو داعی الی البدعۃ ہیں یا جن کا حضرات سلف صالحین کے عمل وکردار میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اور دعوت کے اس کام کو انھیں خطوط پر واپس لایا جائے جو موسس جماعت (رحمۃ اللہ) کے پیش نظر تھے۔ اس وقت جماعت کے ذریعہ عوام میں ایک دینی فضا پیدا کرنے اور دین سے تعلق جوڑنے کا کام جاری ہے۔ اس کو جاری رہنے دیا جائے اور خواص کے ذریعہ ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے جن کی طرف جناب نے اشارہ کیا ہے۔ تاکہ جماعت کا شیرازہ مجتمع رہتے ہوئے کمزوریوں کی اصلاح ہو جائے۔ اور دین خالص کی دعوت حکمت وموعظت کے ساتھ لوگوں کو دی جائے۔ بہت سی جہات سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس جماعت کو داغدار بنا کر اس کے لوگوں کو متفرق کر دیا جائے۔ یہ بات آپ جیسے علمائے حق سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے اندرون خانہ کی بات کو بیرون کرنا مخالفین جماعت کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔ خدا کرے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے۔ دعاؤں کا محتاج ہوں۔

یکم اپریل ۲۰۰۱ء

والسلام
مخلص
سعید الرحمن الاعظمی

باسمہ تعالیٰ

بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی ضرورت

الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب تبلیغی (برطانیہ)

مخدوم ومحترم حضرت مولانا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ آپ نے نہایت مثبت اور تعمیری انداز میں جن نکات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اپنی جگہ قابل قدر ہیں۔ اور مجموعی طور پر مجھے ان کی روح اور لب لباب سے اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس سے ہے کہ میری تحریرات کے مقاصد کی بہتری کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کی روح اور صحیح مقصدیت پر توجہ نہیں دی گئی۔

یہ صحیح ہے کہ دینی خدمت کا یہ باب اور خاص کر اس کا طریق مخصوص نہیں ہے اور مختلف زمانوں میں مختلف احوال وظروف کے لحاظ سے اس کے طرق میں اختلاف رہا ہے۔ اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے زمانے میں جس طریق تبلیغ کی بنیاد ڈالی وہ بھی اسی مطلق دعوت وتبلیغ کا ایک حصہ ہے (اللہ ان کو جزائے خیر دے) اس حد تک مجھے کوئی اختلاف نہیں اور کسی بھی صاحب ایمان اور صاحب علم وفہم کو اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہئے۔ مگر اس سے آگے جو غلو پیدا ہوا ہے میں اس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اس طریق دعوت کو دعوت کے مختلف طرق اور تبلیغ کے حکم مطلق کا ایک فرد سمجھنے کے بجائے دینی دعوت کے کام کو اسی میں منحصر کر دیا گیا۔ اور ظاہر ہے

کہ اصولی طور پر کسی امر مطلق کو اپنی مرضی سے مقید نہیں کیا جا سکتا حضرت امام ابوحنیفہ تو اس کو تشریع کا ہم معنی قرار دیتے ہیں جو بدعت کا بدترین درجہ ہے خانقاہیں' مدارس' دینی تنظیمیں' دینی تحریکات' دینی کتابیں' دینی تقاریر' دینی شخصیات یہ سب ہی دینی دعوت کے مختلف حصے ہیں کسی ایک حصہ کے ساتھ دینی دعوت کے کام کو مقید اور منحصر کر دینے کی اجازت امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔

علاوہ ازیں مجموعی طور پر اس جماعت سے وابستگی کے بعد علماء اور مشائخ اور دین کے دیگر شعبوں کے بارے میں انسان کے اندر جو ذہن بنتا ہے وہ وہی خود کفیلی' یا زیادہ صاف لفظوں میں امر مطلق کی تقیید کا ذہن ہے جس بنیاد پر ہم نے ہر دور میں اہل بدعت کی مخالفت کی ہے اور علماء دیوبند کا جو طرۂ امتیاز رہا ہے' اگر جماعت کی اونچی سطح سے اس ذہن پر روک لگانے کی کوشش نہیں کی گئی تو نہ صرف یہ کہ علمائے دیوبند کے مجموعی مزاج اور طریقے کے خلاف ہوگا اور ان کی صد سالہ خدمات کے متصادم ہوگا بلکہ دینی اور شرعی لحاظ سے یہ خود جماعت تبلیغ کے لئے بھی نقصان دہ ہوگا۔ اور اس کی حیثیت امت کے مجموعے سے کٹ کر رہ جائے گی۔ میری کمزوری یہ ہے کہ میں بات کھل کر کہنے کا عادی ہوں۔ چونکہ خود بھی اپنے کو اس جماعت کا ایک فرد سمجھتا ہوں اس لئے اس کی بے راہ روی اور بے اعتدالی پر سخت دکھ ہوتا ہے۔

آپ نے مدارس کی مثال دی کہ برسوں محنت کے بعد بھی عالمیت کی نہیں محض استعداد علم کی سند دی جاتی ہے۔ اور سند دیتے وقت علماء اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں پھر یہ جہلاء اتنی جلدی کیسے سب کچھ سمجھ لیں گے؟۔۔۔۔ بالکل صحیح ہے لیکن میرا کہنا ہے کہ جس طرح مدارس کے اکابر اپنے فضلاء کو برسوں تک پڑھانے کے باوجود ان کی جہالت والے حصے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور کبر وغرور یا اپنے مزکی ہونے کے احساس سے ان کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعت کے اکابر بھی عام طور پر اپنے لوگوں میں یہ ذہن بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور اگر کوشش

کرتے ہیں تو ذہن اس کے خلاف کیوں بن رہا ہے؟ کیا جماعت کی ہر چیز یہ سیکھ سکتے ہیں۔ اور یہی بنیادی چیز نہیں سیکھ پاتے؟ اس کا مطلب ہے کہ اس پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے خود جماعت کے علماء کو بیانات میں توجہ دلاتے ہوئے سنا ہے مگر ایسے علماء کی تعداد بہت کم ہے۔ اور نہ علماء کی ان باتوں کو برداشت کرنے کی ان میں قوت زیادہ ہے۔

آپ کے پاس ایک یا چند نظائر اس نوع کے ہیں تو میرے پاس اس سے کہیں زیادہ نظائر اس سے مختلف ہیں' اعتبار مجموعی مقدار کا ہوتا ہے۔ جسے آپ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور مجموعی طور پر جو ذہن پیدا ہو رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے' بہت دنوں تک اس پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا ہے۔

آپ نے قرآن سے خمر و میسر کے منافع و مضرات پر اصولی روشنی ڈالی ہے۔ مجھے بھی یہ تسلیم ہے کہ یہ جماعت مجموعی طور پر خیر کے لحاظ سے غالب ہے' اس لئے یہ جماعت جاری رہنی چاہئے اور اس کی ہر ممکن نصرت ہونی چاہئے۔ لیکن جو مفاسد اس میں گھس آئے ہیں ان کی اصلاح منافع کی توسیع و اشاعت سے مقدم ہے۔ مفاسد کو محض اس لئے تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی مقدار کم ہے۔ بہت ایسا ہوتا ہے کہ کم زیادہ پر غالب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً حرمت و حلت جواز و عدم جواز وغیرہ معاملات میں فقہاء نے اس اصول پر سختی سے عمل کیا ہے۔ مفاسد کو نظر انداز کر کے محض منافع پر توجہ مرکوز رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مردہ چوہا کنواں میں موجود ہو اس کو نہ نکالا جائے اور پانی سارا نکال دیا جائے۔ کیا کنواں اس طرح پاک ہو جائے گا؟ فاسد عناصر کو تو نکالنا ہی ہوگا اس کے بغیر تطہیر کا عمل ممکن ہی نہیں' اسی لئے قرآن نے جہاں امر بالمعروف کا حکم دیا ہے وہیں نہی عن المنکر کی بھی تلقین کی ہے۔ اور اگر کلمۂ ایمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی روح پر غور کیا جائے تو نفی و اثبات سے مقدم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے مفاسد کا اخراج بہر حال مقدم

ہے۔ اور میرے مشن کا حاصل یہی ہے۔

عورتوں کی تبلیغی جماعت کا مسئلہ لے لیجئے' مجموعی طور پر اس کے منافع سے مفاسد زیادہ ہیں۔ اور علماء نے اس کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی روش پر بدستور قائم ہیں اور اس سلسلے میں کسی اصلاح کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔ تحفظات ۔ مجھے نہیں جماعت کے غلو پسند حضرات کو ہے۔ وہ میری باتوں کو تنقید کے خانے میں ڈال دیتے ہیں۔ اصلاح کے خانے میں نہیں ڈالتے یک طرفہ ذہن سے جب کسی کی بات کو کوئی سنے گا تو بات اس کو کیسے سمجھ میں آئے گی؟ نگاہ میں کسی رنگ کا شیشہ چڑھا لیا جائے تو حقائق بھی حقائق نظر نہ آئیں گے۔ ہر رنگ اسے ایک ہی رنگ نظر آئے گا۔

بالخصوص بانی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ہدایات و شرائط کے خلاف جب اس جماعت کا قدم اٹھتا ہے تو یہ کس طرح مستحسن کہا جا سکتا ہے اور ان کو جب بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے تو اس کو دشمنی قرار دی جاتی ہے۔

میرا انداز سخت ضرور ہے مگر اخلاص پر مبنی ہے۔ مقابلہ و مجادلہ ہرگز مقصود نہیں ہے۔ اور نہ معاذ اللہ اس سے اپنی خودنمائی یا جماعت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنا مقصود ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں بھی اپنے تحفظات جماعت والوں کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ جب یہ چیز آپ کے لئے قابل مذمت و ملامت نہیں ہے تو میرے لئے یہ قابل ملامت کیوں ہے؟ ہاں میری کوئی چیز کتاب و سنت ' فقہ اسلامی یا آثار صالحین کے خلاف ہو تو اس کی طرف مجھے توجہ دلائی جائے۔ میں اس کو بالکل برا نہ مانوں گا۔ لیکن جماعت کے منافع اور ثمرات دکھلا کر مفاسد اور بے اصولیوں سے چشم پوشی کرنے کی مجھے ہدایت کی جائے اور اس کے لئے ہر جائز و ناجائز حربے استعمال کئے جائیں تو میں اس سے مطمئن کیسے ہو جاؤں گا۔

میرے ساتھ علماء اور بزرگوں کا ایک بڑا طبقہ ہے جن کے اخلاص و للہیت میں کوئی

بقیہ صفحہ ۹۳ پر

”بے اعتدالیوں کا سد باب ضروری ہے“

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
(پاکستان)

تبلیغی جماعت کے مختلف حضرات کی طرف سے لوگ میرے پاس آ کر بہت کچھ نقل کرتے رہتے تھے کہ تبلیغی جماعت کے فلاں صاحب نے تقریر میں یہ کہا' اور یہ کہا اس قسم کی باتیں لوگ میرے پاس آ کر نقل کرتے تھے لیکن چونکہ نقل کے اندر غلطی اور غلط فہمی کا امکان رہتا ہے جب تک خود براہ راست نہ سن لیا جائے۔ اس لئے ان باتوں کو میں نے کبھی جماعت یا جماعت کے بزرگوں کی طرف منسوب نہیں کیا' لیکن جماعت کے بزرگوں سے جب کبھی ملاقات کا موقع ملا' ان باتوں کی طرف متنبہ ضرور کیا کہ یہ باتیں سننے میں آتی رہتی ہیں' آپ حضرات تحقیق کریں۔ اگر یہ باتیں صحیح ثابت ہوں تو ان کا سد باب کریں۔

لیکن اب جماعت کے ایک سرکردہ اور بڑے بزرگ جن کا میں بہت احترام کرتا ہوں' ان کا ایک خط پڑھنے کا اتفاق ہوا جو انہوں نے ایک صاحب کے نام لکھا تھا' جن کے نام وہ خط تھا انہوں نے وہ خط مجھے بھیج دیا۔ اس میں بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ ابھی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن رفتہ رفتہ علماء کی سمجھ میں بھی آ جائے گی۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جو باتیں تبلیغی جماعت کے حضرات کی طرف منسوب کر کے نقل کی گئی ہیں وہ اتنی بے بنیاد نہیں ہیں بلکہ یہ فکر رفتہ رفتہ پیدا ہو رہی ہے۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس پر خاموش رہا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں پھر ہم نے جماعت کے ان حضرات سے زبانی گزارش بھی کی جن سے رابطے ہیں اور بڑوں تک یہ بات پہنچانے کا اہتمام کیا کہ یہ بات جو پیدا ہو رہی ہے یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ یہ خط میرے پاس موجود ہے اگر کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔

تبلیغی جماعت اور دین کی عظیم خدمت

الحمد للہ' ان باتوں کو بیان کرنے کا منشاء اصلاح ہی ہے تبلیغی جماعت تنہا ایک ایسی جماعت ہے جس کے کام سے الحمد للہ دل ہمیشہ خوش ہوتا ہے اور اس جماعت نے ایسی بڑی عظیم خدمت انجام دی ہے جو کسی اور جماعت نے انجام نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ذریعہ دین کا کلمہ کہاں سے کہاں پہنچایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ' اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ ان کے اخلاص اور ان کے سچے جذبے نے اس جماعت کو اب تک باقی رکھا ہوا ہے' اور اس جماعت کے پیغام اور دعوت کو اللہ تعالیٰ نے چار دانگ عالم میں پھیلا دیا ہے۔

تعاون اور تنبیہ دونوں کی ضرورت ہے:

لیکن ہمیشہ یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ کسی بھی جماعت کا پھیل جانا اور اس کے پیغام کا دور دور تک پہنچ جانا اگر صحیح طریقے سے ہو تو یہ قابل خیر مقدم ہے اور اس صورت میں اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ لیکن اگر اس جماعت میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یا اس کے اندر غلط فکر پیدا ہو رہی ہے تو پھر تعاون کے ساتھ ساتھ اس کی غلطی پر اس کو متنبہ کرنا بھی ضروری ہے' کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ بہترین جماعت جس سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا' کہیں غلط راستے پر نہ پڑ جائے۔ بالخصوص ایسے وقت میں متنبہ کرنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے جبکہ اس کی قیادت پختہ اہل علم کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس جماعت میں زیادہ عنصر عوام کا ہے جو پورا علم نہیں رکھتے اور اس جماعت کے اندر جو علماء شامل ہیں ان علماء کا مشغلہ علم نہیں ہے۔ اس لئے کہ علماء کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض علماء وہ ہوتے ہیں جن کا مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی ہوتا ہے۔ اس قسم کے علماء کو علم سے مناسبت رہتی ہے۔ اور دوسرے علماء وہ ہیں جن کا مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ وغیرہ نہیں رہتا ان حضرات علماء کے پاس الحمد للہ علم تو ہے لیکن اس علم کو صیقل نہیں کیا گیا' اس لئے ایسے علماء کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

میں آپ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے۔ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں دیوبند سے دہلی کسی کام سے تشریف لے گئے۔ دہلی میں آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہیں۔ چنانچہ آپ ان کی عیادت کے لئے حضرت نظام الدین تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ معالجین نے ملاقات کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب نے وہاں پر موجود لوگوں سے عرض کر دیا کہ میں تو عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ حالات معلوم ہو گئے اور معالجین نے چونکہ ملاقات سے منع کیا ہوا ہے اس لئے ملاقات کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس جب حضرت کی طبیعت ٹھیک ہو تو حضرت کو بتا دیں کہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا اور میرا اسلام عرض کر دیں۔ یہ کہہ کر حضرت والد صاحب رخصت ہو گئے۔

کسی نے اندر جا کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتا دیا کہ حضرت مفتی صاحب آئے تھے۔ حضرت مولانا نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ مفتی صاحب کو بلا کر لائیں۔ جب وہ شخص حضرت مفتی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ حضرت مولانا آپ کو بلا رہے ہیں تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ معالجین نے ملاقات سے منع کیا ہوا ہے ایسے میں ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت مولانا نے بختی سے حکم دیا ہے کہ ان کو بلا لاؤ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں ان صاحب کے ساتھ واپس گیا اور حضرت کے پاس جا کر بیٹھا اور آپ کی مزاج پرسی کی تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بے ساختہ رو پڑے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ بہر حال اس وقت تکلیف اور بیماری میں ہیں اس کا طبیعت پر تاثر ہے۔ اس لئے میں نے تسلی کے کچھ کلمات کہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا کہ میں تکلیف اور بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں۔

مجھے اس وقت دو فکریں اور دو اندیشے لاحق ہیں

بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے اس وقت دو فکریں اور دو اندیشے لاحق ہیں اور انہی کی وجہ سے میں پریشان ہوں اور اسی وجہ سے رونا آ رہا ہے۔ حضرت والد صاحب نے پوچھا کہ کونسی فکریں لاحق ہیں؟ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ جماعت کا کام اب روز بروز پھیل رہا ہے۔ اب مجھے ڈر یہ لگتا ہے کہ جماعت کی یہ کامیابی کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہو؟ استدراج اسے کہتے ہیں کہ کسی باطل آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دے دی جاتی ہے اور اس کو ظاہری کامیابیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کام نہیں ہوتا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کس مقام کے بزرگ تھے کہ ان کو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ یہ کہیں استدراج تو نہیں ہے۔

یہ استدراج نہیں:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً عرض کیا کہ حضرت آپ کو میں اطمینان دلا سکتا ہوں کہ یہ استدراج نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں؟ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے ساتھ استدراج کا معاملہ ہوتا ہے تو اس شخص کے دل و دماغ پر یہ واہمہ بھی نہیں گزرتا کہ یہ استدراج ہے اور اس کو استدراج کا شبہ بھی نہیں ہوتا۔ اور آپ کو چونکہ استدراج کا شبہ ہو رہا ہے تو یہ شبہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے اگر یہ استدراج ہوتا تو کبھی آپ کے دل میں اس کا خیال بھی پیدا نہ ہوتا۔ اس لئے میں آپ کو اس بات کا اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ استدراج نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت ہے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت مولانا کے چہرے پر بشاشت آ گئی کہ الحمد للہ تمہاری اس بات سے مجھے بڑا اطمینان ہوا۔

دوسری فکر

پھر حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے دوسری فکر یہ لاحق ہے کہ اس جماعت میں عوام بہت کثرت سے آرہے ہیں اور اہل علم کی تعداد کم ہے مجھے اندیشہ یہ ہے کہ جب عوام کے ہاتھ میں قیادت آتی ہے تو بعض اوقات آگے چل کر وہ اس کام کو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جماعت کسی غلط راستے پر نہ پڑ جائے اور اس کا وبال میرے سر پر آجائے۔ اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ اہل علم کثرت سے اس جماعت میں داخل ہوں اور وہ اس جماعت کی قیادت سنبھال لیں۔

حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ آپ کی یہ فکر بالکل صحیح ہے لیکن آپ نے تو نیک نیتی سے اور صحیح طریقے پر کام شروع کیا ہے اگر آگے چل کر اس کو کوئی خراب کرے تو ان شاء اللہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات صحیح ہے کہ اہل علم کو چاہئے کہ وہ آگے آئیں اور اس کی قیادت سنبھالیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار سنا۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کا کیا عالم تھا اور ان کے جذبات کیا تھے۔

تبلیغی جماعت کی مخالفت ہرگز جائز نہیں

لیکن اب یہ واقعۃً صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ قیادت زیادہ تر ایسے حضرات کے ہاتھ میں ہے جو علم میں رسوخ نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ سے بعض اوقات کچھ بے اعتدالیاں سامنے آتی رہتی ہیں۔ ان بے اعتدالیوں کے نتیجے میں جماعت کی مخالفت ہرگز جائز نہیں۔ اسلئے کہ بحیثیت مجموعی الحمد للہ جماعت نے بہت بہترین کام کیا ہے اور اب بھی اچھا کام کر رہی ہے۔ لہٰذا اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور جتنا ہو سکے اہل علم کو اس جماعت کے اندر شامل ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کا سلسلہ برقرار رکھنا چاہئے۔

لیکن ساتھ ساتھ اہل علم کے داخل ہونے کا یہ فائدہ ہونا چاہئے کہ جو بے اعتدالیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کا سد باب ہو۔ لہٰذا جو اہل علم جائیں وہ یہ فکر اور سوچ لے کر جائیں کہ ہم ایک مقصد سے جا رہے ہیں۔ وہ مقصد یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ حتی الامکان اس مبارک جماعت کو غلط راستے پر پڑنے سے روکیں نہ یہ نہ ہو کہ اہل علم خود بھی جماعت کے بہاؤ میں بہ جائیں۔

تبلیغی جماعت کی بے اعتدالیاں

مثلاً ایک اہم بے اعتدالی یہ ہے کہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ فتویٰ کے معاملے میں تبلیغی جماعت کے حضرات اور ان سے منسلک عوام اہل افتاء کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن اب وہاں فتویٰ دینے کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے اور مسائل میں عام فقہاء امت سے اختلاف کا ایک رجحان پیدا ہونے لگا ہے۔ اور بعض حضرات تفریق کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ مثلاً یہ بات چل پڑی ہے کہ اب تبلیغ کرنے والے کو اس مفتی سے فتویٰ پوچھنا چاہئے جو تبلیغ میں لگا ہوا ہو دوسرے علماء سے پوچھنا ٹھیک نہیں۔

اور بعض اوقات امراء جماعت ایسے فیصلے کر لیتے ہیں جو شریعت کے مطابق نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ بات کہ تبلیغ و دعوت فرض عین یا فرض کفایہ ہے؟ اس بارے میں باقاعدہ ایک موقف اختیار کر لیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تبلیغ و دعوت نہ صرف یہ کہ فرض عین ہے بلکہ اس خاص طریقے سے کرنا فرض عین ہے، جو شخص اس خاص طریقے سے نہ کرے وہ فرض عین کا تارک ہے۔ یہ بھی بہت بے اعتدالی کی بات ہے۔ اسی طرح جہاد کے بارے میں بھی بے اعتدالیاں سننے میں آتی رہتی ہیں۔

طلبہ تبلیغی جماعت میں شرکت کریں

الحمد للہ ہم تو اپنے طلبہ کو یہ ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ وہ تبلیغی جماعت میں جائیں، کیونکہ جماعت میں جانا خود اپنی اصلاح کے لئے بہت مفید ہے، اس لئے کہ نیک لوگوں کی صحبت میسر آتی ہے۔ اس کی وجہ سے اپنی کوتاہیاں دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اصلاح نفس کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ یہاں مدرسے میں آٹھ سال پڑھنے سے بھی فضائل اعمال کی اتنی اہمیت دل میں پیدا نہیں ہوتی جتنی ایک چلہ لگانے سے وہ اہمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اعمال کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے ہم طلبہ کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اس جماعت میں وقت لگائیں۔

لیکن وقت لگانے والے طلبہ ساتھ ساتھ یہ بھی مدنظر رکھیں کہ اس جماعت میں مندرجہ بالا بے اعتدالیاں بھی پائی جاتی ہیں ان بے اعتدالیوں سے خود متاثر ہونے کے بجائے ان کو دور کرنے کی فکر کرنی چاہئے' یہ نہ ہو کہ وہاں جا کر خود بھی بہہ گئے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگ گئے۔ ہر چہ در کان نمک رفت' نمک شد۔ یہ نہ ہونا چاہئے۔

یہ اس جماعت کی صحیح صورت حال ہے۔ اور الحمد للہ اب بھی ان بے اعتدالیوں کے باوجود بحیثیت مجموعی اس جماعت پر خیر غالب ہے اور بحیثیت مجموعی اس جماعت سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے' اور اس جماعت میں شرکت کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے لیکن ان بے اعتدالیوں کی طرف بھی نگاہ رکھنی چاہئے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص ان بے اعتدالیوں پر ذرا سی تنقید کرتا ہے تو اس کے خلاف یہ پروپگنڈہ شروع ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جماعت کا مخالف ہے' یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

ان باتوں سے غلط نتیجہ نہ نکالا جائے

تبلیغی جماعت کے بارے میں جو بات میں نے بتائی اس کو ایک تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ بعض اوقات جب کوئی بات مجمع میں کہی جاتی ہے تو اس کو غلط سمجھ کر پھر غلط طریقے سے آگے نقل کر دیا جاتا ہے اور نقل کرنے میں احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی اور بعض اوقات بات کا ایک حصہ نقل کر دیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ نقل نہیں کیا جاتا جس کے نتیجے میں اصلاح نہیں ہوتی بلکہ الٹا فساد پھیلتا ہے۔ آپ حضرات کو بتلانے کا منشا یہ ہے کہ چونکہ آپ حضرات اب درس نظامی سے فارغ ہونے والے ہیں' آپ حضرات کو ہر چیز کی حقیقت اس کے محل میں معلوم ہونی چاہئے اور اس کے مطابق اپنا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے اس لئے یہ ساری باتیں آپ کو بتائی جا رہی ہیں۔ لہٰذا اس سے کوئی شخص یہ نتیجہ نہ نکالے کہ میں تبلیغی جماعت کے خلاف ہوں۔

تبلیغی جماعت معصوم نہیں:

بہر حال میں نے آپ حضرات کو کھول کر بتا دیا کہ تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے لہٰذا اس جماعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ لیکن خیر غالب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے

کہ یہ جماعت معصوم ہے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہے یا کوئی بے اعتدالی نہیں ہے

علماء دین کے چوکیدار ہیں

اہل علم دین کے چوکیدار ہیں ہم تو طالب علم ہیں۔ اہل علم کو اللہ تعالیٰ نے دین کا چوکیدار بنایا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب سے میں نے اس قسم کی کچھ باتیں عرض کیں جواب میں وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ مولوی تو اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ جس چیز کے بارے میں کہہ دیں کہ یہ اسلام ہے تو وہ اسلام ہے اور جس کو یہ لوگ کہہ دیں کہ یہ اسلام نہیں تو وہ اسلام میں داخل نہیں۔ میں نے ان سے جواب میں کہا کہ اسلام کا ٹھیکیدار تو کوئی نہیں بن سکتا لیکن ہم چوکیدار ضرور ہیں اور چوکیدار کا فریضہ یہ ہے کہ اگر شہزادہ بھی دربار شاہی میں داخل ہونا چاہے اور اس کے پاس پاس نہیں ہوگا تو وہ چوکیدار اس شہزادے کو بھی روک دے گا حالانکہ چوکیدار جانتا ہے کہ میں چوکیدار ہوں اور یہ شہزادہ ہے لیکن چوکیدار کے فرائض منصبی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ شہزادے کو روکے اسی طرح ہم دین کے ٹھیکیدار نہیں البتہ چوکیدار ضرور ہیں۔ ہمارا کام جھاڑ دو دینا ہے۔ آپ کی تعظیم اور تکریم ہمارے سر آنکھوں پر لیکن بحیثیت چوکیدار کے ہمیں یہ بتانا ہوگا کہ آپ کا یہ کام صحیح نہیں ہے۔ (درس ترمذی ج ۵ ص ۲۰۸ تا ۲۱۷)

سلسلہ صفحہ ۶۰ کا

ایک دوسرے پر اعتراض وتنقید کے مواقع تلاش کرتے رہیں گے اصل "دعوت وتبلیغ" کی مقصدیت ہی دل سے نکل جائے گی اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا خسارہ ونقصان ہوگا۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ

”مستورات کی تعلیم و تبلیغ“

حضرت مولانا احمد نصر بناری مدظلہ
بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ امدادیہ بنارس

میں نے متعدد علماء و فقہاء کرام کے مضامین اس موضوع پر پڑھے اور فتاوی بھی دیکھے۔ مقام غور و فکر یہ ہے کہ اصل مسئلہ۔۔۔۔ اور اس کا حل کیا ہے؟ اصل مسئلہ خواتین کی تعلیم و تربیت ہے۔۔۔۔ جو ہر زمانے میں والدین سے یا سرپرستوں سے متعلق رہا ہے۔ اسے دو حصوں میں بانٹ دیا جائے تو صورت حال یوں بنتی ہے۔ اول طبقہ بچیوں کا اور دوسرا طبقہ شادی شدہ عورتوں کا ہے۔ اول طبقے کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ خود ان کو دینی علوم سکھائیں اور ان کی تربیت گھر پر کریں۔ اس سے غفلت آخرت کی سخت باز پرس ہے۔ خود پڑھاویں یا کسی پردہ نشین اور دیندار معلمہ کا انتظام کریں۔۔۔۔۔ شادی شدہ خواتین جو علوم دینیہ سے نابلد ہیں۔۔۔۔ شوہر پر فرض ہے کہ خود اس کی تعلیم و تربیت کریں۔ اس کے لئے ذیل کے ذریعے عمل میں لائیں

(۱) مقامی علماء و صلحاء کے مواعظ کا پردے کے ساتھ جہاں انتظام ہو وہاں لے جائیں یا بھیجیں۔۔۔ اگر کسی جگہ علماء کرام کا ٹرانس میٹر کے ذریعے بیان کا انتظام ہے اس وقت گھر بیٹھے دین کی باتیں سنی جائیں۔

(۲) گھر میں اہتمام اور پابندی سے مستند و معتبر دینی کتب و رسائل کی تعلیم کا نظم ہو اور جو بات سمجھ میں نہ آوے تجربہ کار علماء سے پوچھ لی جاوے۔ عامی شخص تعلیم کتاب سے پڑھکر سنا دے۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرے۔۔۔۔

(۳) اکابر علماء کے کیسٹ کثرت سے ملتے ہیں۔ ان کو حاصل کر کے مقرر کردہ وقت پر غور سے سنے جائیں۔ یاد رہے کہ دین کی باتیں صرف علماء و صلحاء کرام ہی سے سیکھی اور سنی جائیں چاہے شرعی پردے کے ساتھ ان کی مجالس میں شرکت کریں۔۔۔ چاہے۔۔۔ ان کے کیسٹ سنے۔۔۔۔ چاہے۔۔۔۔ گھر بیٹھ کر ریڈیو سکانر کے ذریعے سنے۔۔۔ چاہے ان کی مبارک کتابوں کے ذریعے سیکھے۔۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا کرم ہے کہ ہماری خواتین ان شرعی ذریعوں سے گھر بیٹھے دین کی باتیں سیکھ سکتی ہیں ورنہ حضور ﷺ اور سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں عورتیں مسجد جا کر دین سیکھتی تھیں اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سلسلہ بھی بند کر دیا اور صحابہ کرام مسجد سے دین سیکھ کر اپنی عورتوں کو گھر ہی پر سکھاتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۴۰۰ سال سے جاری ہے۔ اس کے سوا کوئی نیا طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ مردود اور گمراہ طریقہ ہوگا جیسا کہ فقہاء کرام نے فتوے لکھے ہیں۔۔۔ غیر ممالک میں خواتین کا مسئلہ ہندوستان سے مختلف ہے۔ ہزاروں خرابیوں کے باوجود ابھی ہندوستان میں اسلام سے رغبت ہے۔ پردے کا عمومی اہتمام ہے اور علماء کے وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری ہے۔ مقامی تبلیغی مرکز کی طرف سے بھی گاہے گاہی پردے کے ساتھ کسی کے مکان پر علماء کا بیان ہوتا ہے۔۔۔۔ بس پردے کا خاص نظم شرط ہے۔ خواتین کی تعلیم کے لئے آج کل جو راستے اختیار کئے جاتے ہیں۔۔۔ وہ خطرے سے خالی نہیں۔۔۔ تجربات اس پر شاہد ہیں۔۔۔۔ اور مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی مفتی نہیں۔ اس قدر بے اصولیاں ہوتی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ ایک مشہور دانشور دیندار گھرانے کی دیندار خاتون اپنے جوان بیٹے کے ساتھ بنارس کا سفر کر رہی تھی۔ میں بھی اس سفر میں تھا۔ بنارس پہنچ کر باہر نکلنے کے لئے ایک پل پار کرنا تھا۔ جسم بھاری کی وجہ سے مختصر راستے سے لانے کے لئے اپنے بیٹے کے علاوہ دوسرے لڑکوں کی مدد لینی پڑی جس سے انکا چہرہ کھل گیا اور کافی دیر تک ان کو سنبھالنا پڑا۔ خاتون اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے شہروں میں خطاب کرنے جایا کرتی

ہیں۔ انصاف فرمایئے کہ کیا یہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے اور نیک توفیق عطا کرے۔ آمین۔

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا حکم صراحتاً موجود ہے کہ (اے عورتیں) تم اپنے گھروں میں قرار سے بیٹھی رہو اور دور جاہلیت کے موافق باہر نہ نکلو۔۔۔ قرآن وحدیث میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حجاب نسواں کے بارے میں کم وبیش سات آیات اور ستر روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو عورت گھر سے باہر ہی نہ نکلے اور اگر شرعی وطبعی ضرورت پڑے تو پھر باپردہ محرم شرعی کے ساتھ نکلے واضح رہے کہ شرعی حدود وقیود کا خیال رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عورتوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں آخری درخواست یہ ہے کہ جن اکابر کے فتاوی عدم جواز کے میرے سامنے آئے ہیں۔ ان جبال علم کے سامنے میری کیا بساط وحیثیت ہے کہ میں ان پر تبصرہ کروں؟ جن شرائط وقیود کے ساتھ بعض حضرات نے خواتین کی جماعت کی اجازت دی ہے۔۔۔ وہ کم از کم میرے گلے میں تو نہیں اترتی۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ اسلئے کہ ہم آج ایک ایسے ماحول میں رہتے ہیں جہاں حصول علم کی اس قدر آسانیاں ہیں کہ اس کا تصور بھی آج سے پچاس سال پہلے نہ تھا۔ آج مستورات کو دین سیکھنے اور دین سکھانے کے جو طریقے اور ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔۔۔۔ ان سے بڑھ کر اور کیا چاہئے؟ کوئی مجھے سمجھائے کہ مستورات کی جماعت کی کیا ضرورت ہے جبکہ آسانی اور سہولت کے ساتھ گھر ہی پر دین سیکھا سکھایا جاسکتا ہے؟ اور یہ مفید طریقہ ۱۴۰۰ سال سے رائج ہے اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ جہاں اتنے ذرائع موجود ہوں۔۔۔ وہاں مستورات کی جماعت کی اجازت دینا۔۔۔ نہ جانے کتنے ناجائز امور کا باعث ہوگا۔۔۔ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

’’تبلیغ اور تعلیم کے لئے عورتوں کا سفر جائز نہیں‘‘

جناب مولانا فاروق مجاہد القاسمی (شولاپور)

گرامی قدر محترم باوا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں۔ طالب خیر بخیر ہے۔ حکم نامہ موصول ہوا۔ مسلسل اسفار نے صرف تقریروں تک محدود کردیا ہے۔ تحریری کام تعطل میں پڑے ہیں۔ آج سوچا کسی نہ کسی طرح آپ کے حکم کی تعمیل ہو ہی جائے۔ دو تحریریں پیش خدمت ہیں ایک التبلیغ کے لئے ایک الاسلام یا الاصلاح کے لئے۔ تحریر طویل مگر جرأتمندانہ اور ضروری ہیں۔

جہاں تک عورتوں کے تبلیغ میں نکلنے کا معاملہ ہے آپ نے مفتیان کرام کے خاطر خواہ فیصلے اور ماہرین علماء کے آرا شائع کئے ہیں وہ اس مسئلے کے لئے کافی اور شافی ہے۔ میں قرآن اور تفسیر کے میدان کا آدمی ہوں اس تعلق سے دو آیتیں اور اُن کی تفسیر پیش کروں گا مگر چند وضاحتیں پہلے پیش ہیں۔ ماضی قریب اور ماضی بعید میں کوئی ایسی مثال نظر نہیں آتی جب کسی قابل ذکر اور حدود شرعیہ کی پابند خاتون نے تبلیغ یا تعلیم کے لئے ترک سکونت کرکے سفر کیا ہو۔ تبلیغ ودعوت کے لئے اللہ نے نبیوں اور رسولوں کو متعین کیا ہے جو کہ سب کے سب مرد تھے یہ اشارہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کی اصل ذمہ داری مردوں کی ہے یہ کام عورتوں کے دائرہ کار میں نہیں آتا ہے۔ اگلوں میں اس قسم کی کوئی نظیر ومثال نہیں جسے پچھلے دلیل کے طور پر پیش کرسکیں۔ تعلیم کے لئے بھی عورتوں کا اہتمام کے ساتھ سفر

ثابت نہیں۔ بے شک عورتوں میں اعلیٰ درجہ کی معلمہ بھی گذری ہیں اور حدیثیں روایت کرنے والیاں محدثات بھی مگر سب ہی نے وہ علم اور حدیث اپنے گھروں میں ہی سیکھا اور اپنے گھروں کو درسگاہ بنایا چند مثالیں پیش ہیں۔

عہد صحابہ میں عورتوں کا نظام تعلیم:

ایک محدثہ ہیں "کبشہ" بنت کعب بن مالک حالانکہ ان کے والد خود صحابی ہیں مگر یہ اپنے خسر حضرت ابوقتادہؓ سے وہ مشہور حدیث روایت کرتی ہیں جو بلی کے جوٹھے کے بارے میں حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ذکر ہے اور خود ان سے حضرت حمیدہ بنت عبید بن رفاعہ تابعیہ روایت کرتی ہیں۔ حدیثها فی سور الهرة عن ابی قتاده و عنها حمیده بنت عبید = اس سے دور اول میں عورتوں کی تعلیم کے بارے میں چلن معلوم ہوتا ہے۔

ایک اور محدثہ ہیں حسنی بنت معاویہ الصرمیہ ان کے بارے میں ہے روت عن عمها عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ یعنی یہ اپنے چچا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے حدیثیں روایت کرتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن سعد کی بیٹی عمرہ ہیں یہ حضرت عائشہ کے گھر میں ان سے حدیث سیکھتی تھیں یہ چند نمونے ہیں ان سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ دور اول میں مسلم خواتین تبلیغ تو الگ تعلیم کے لئے بھی سفر نہیں کرتی تھیں جو کچھ حاصل کرتی تھیں اپنی استعداد کے مطابق اپنے شہر اپنے محلہ بلکہ اپنے گھروں میں ہی حاصل کرتی تھیں اور جب وہ علم و فن میں پختہ ہو جاتی تھیں تو اپنے گھروں میں مسند درس سجاتی تھیں اور پردے کے شدید اہتمام کے ساتھ مرد طالب علموں کو بھی اپنے علم سے فیضیاب کرتی تھیں۔ امام شافعیؒ سمیت بہت سے اپنے وقت کے امام اور بزرگ ہستیاں ہیں جن کے علم پر بہت سی عالمہ و فاضلہ خواتین اسلام کا احسان ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے میں نے اسی (۸۰) سے زیادہ عورتوں سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔ سبحان اللہ کس پایہ کا علم ہوگا اُن قابل احترام خواتین کا۔

عورتوں کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے

اب نفس مسئلہ کے تعلق سے آیت اور اُس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں اللہ نے سورۂ احزاب آیت (۳۲) میں فرمایا وقرن فی بیوتکن ۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔ یہ واضح حکم اللہ کا عورتوں کے لئے ہے۔ آیت میں لفظ قرن استعمال ہوا ہے۔ بعض اہل لغت اس کو قرار سے ماخوذ بتاتے ہیں اور بعض وقار سے۔ اگر اس کو قرار سے لیا جائے تو معنی ہوئے قرار پکڑو' ٹک کر رہو' اور اگر وقار سے لیا جائے تو مطلب ہوگا سکون سے رہو' چین سے بیٹھو۔ دونوں صورتوں میں آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اُس کا گھر ہے اُس کو اُسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئے اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلنا چاہئے یہ منشا خود آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث اور زیادہ واضح کر دیتی ہیں۔

حافظ ابوبکر بزار حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا من قعدت منکن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین تم میں سے جو گھر میں بیٹھ رہیگی وہ مجاہدین کے عمل کو پالیگی۔ مطلب یہ ہے کہ مجاہد دل جمعی کے ساتھ اُسی وقت تو خدا کی راہ میں جہاد کر سکتا ہے جبکہ اُسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو اُس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سنبھال بیٹھی ہو اور اُسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ اس کے پیچھے وہ کوئی گل کھلا بیٹھے گی یہ اطمینان جو عورت اُسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اُس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں ان المرأة عورة فاذا خرجت استشر فها الشیطان واقرب ماتکون بروحة ربها وهی فی قعر بیتها (ترمذی)

بے شک عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک میں لگ جاتا ہے۔ عورت اللہ کی رحمت سے قریب تر اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔

اوپر جو دو (۲) صحیح حدیثیں لکھی گئی ہیں اُن کے آخری حصوں پر نظر رکھیں۔ خاص طور سے تم میں سے جو گھر میں بیٹھ رہیگی وہ جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی اور مجاہدین کے عمل کو پائیگی۔ اور دوسری حدیث کا یہ حصہ کہ ''عورت اپنے رب کی رحمت سے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہو اس ارشاد رسول ﷺ کے بعد تو عورت کو کسی دینی عمل میں شریک ہونے اور ثواب وفضیلت حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر آنا ہی نہ چاہئے۔ اب گھروں سے عورتوں کو تبلیغ میں نکالنے والے اس عمل سے اگر ثواب اور اللہ کی رحمت چاہتے ہیں تو انہیں ہرگز عورتوں کو تبلیغ کے کسی بھی عمل میں نہیں نکالنا چاہئے اور اگر ثواب ورحمت کے علاوہ شہرت وناموری دکھاوا یا خواہشات نفس کی پیروی ہو تو ایسے لوگوں کے لئے کیا قرآن اور کیا حدیث اور کہاں کی فقہ؟ ایسے لوگوں کے لئے ان کی خود ساختہ شریعت ہی سب کچھ ہے۔ ایک بات اور واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار اور کام کے میدان ضرور الگ ہیں مگر عمل کے اجر وثواب میں کوئی فرق نہیں اس آیت کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کیا خوب لکھتے ہیں فرماتے ہیں

''اس آیت سے پردہ کے متعلق دو باتیں معلوم ہوئیں اور یہ کہ اصل مطلوب عند اللہ عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اُن کی تخلیق گھریلو کاموں کے لئے ہوئی ہے اُن میں مشغول رہیں اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ حجاب بالبیوت ہے۔

مفتی صاحبؒ کے اس جملے پر نظر رہے کہ اصل پردہ حجاب بالبیوت ہے۔ یعنی پردہ کا اصل ذریعہ عورت کے لئے اُن کے گھر ہیں جلابیب اور برقعے کی حیثیت ضمنی اور ثانوی اور وقت ضرورت

ہے چاہے سیاہ کلر کے جرابوں اور دستانوں کی خصوصی پہچان سمیت ہی کیوں نہ ہو۔

میرے اس موقف کی تائید اسی آیت کی دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے حکم ہے **واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ**۔ آیت کا سیدھا سادا ترجمہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں ہی اللہ کی کتاب اور حدیث رسول سیکھیں اور یاد کریں۔ جب تعلیم کے لئے یہ واضح حکم ہے تو تبلیغ کے لئے نکلنا اور نکالنا کیا معنی ہے اس آیت سے اُن لڑکیوں کے مدارس پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے کہ لڑکیوں کے موجودہ مدارس اللہ کی منشاء کے خلاف ہیں۔

اگر آیت کا لفظی ترجمہ کریں تو معنی ہونگے۔ اور یاد کرو جو تلاوت کی گئی تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت (سنت نبوی) سے۔ ان دونوں آیتوں کی رو سے عورتوں کا تعلیم وتبلیغ کے لئے گھروں سے نکل کے خود ساختہ و پرداختہ ثواب کے لئے یہاں وہاں مارے مارے پھرنا قطعاً درست نہیں جب جہاد کے لئے نہیں تو تبلیغ کے لئے تو بالکل نہیں کیونکہ تبلیغ عورت کے دائرہ کار اور میدان عمل سے باہر ہے۔ قرآن وحدیث میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے صیغۂ مذکر استعمال ہوا ہے۔ رہا تعلیم کا معاملہ تو حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنے مواعظ 'دعوات عبدیت کے وعظ'' منازعۃ الھویٰ'' ص ۸۹ میں فرماتے ہیں

''عورتوں کو وہ کتابیں پڑھوایئے جن میں اُن کی ضروریات دینی لکھے گئے ہیں او ر اُن کو سبقاً سبقاً پڑھایئے۔ اُن کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہو جایئے۔ عورتیں اکثر کم فہم اور کج فہم ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو سمجھیں گی نہیں یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی۔ اُس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے گھر کا کوئی مرد بیبیوں کو اکٹھا کر کے وہ کتابیں پڑھا کرے یا اگر وہ پڑھ نہ سکتی ہوں تو اُن کو سنایا کرے مگر نظر تعلیم کی غایت اور غرض پر رہے صرف ورق گردانی نہ ہو جو مسئلے اُن کو پڑھائے جائیں یا سنائے جائیں ان پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے۔ یہ بھی

قاعدہ ہے کہ مسئلہ پڑھنے سے یاد نہیں رہتا بلکہ اُس پر کاربند ہوجانے سے خوب ذہن نشین ہوجاتا ہے اور اگر کوئی بی بی پڑھی ہوئی میسر ہوں تو وہی کتاب لے کر دوسری بیبیوں کو پڑھائیں یا سکھائیں (منازعۃ الھوی ۶۴)

قرآن وحدیث اور اکابر کے مسلک کا امتزاج میں نے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس میں تبلیغ تو دور تعلیم کے لئے بھی عورتوں کو سفر درست نہیں جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے جنگ جمل والے سفر کو بطور سند پیش کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہؓ جب بھی تلاوت کرتے کرتے اس آیت سے گذرتیں وقرن فی بیوتکن تو روتے روتے ہچکی لگ جاتی اور غش کھا جاتیں۔

جماعت میں عورتوں کے نکلنے کے نقصانات:

جماعت کی سرپرستی میں یہ جو تین سالہ عالمہ کا کورس مروج ہوگیا یہ برخود غلط ہے اور بوجوہ غلط ہے۔ یہ اسلاف واکابر کا طریقہ ہے نہ قرآن وسنت کا مطلوب ہے تو اس سے برکتوں کا ظہور کس طرح ہوگا۔

کمال ہے بے چارہ مرد دس سال تک پیر کا پسینہ سر پر پہونچائے تو بھی پورا عالم نہ بنے لیکن عورت یعنی تبلیغی عورت تین سال میں عالمہ بن جائے یہ عالمہ بھی ویسے ہی ہے جیسے چار چلہ لگانے کے بعد لوگ علامہ بن جاتے ہیں۔

تین سال میں عالمہ کیا ہوتے ہاں عالمہ ہونے کا احساس ضرورت سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ بیاہ کر سسرال جاتی ہیں تو اپنے ماسوا سب کو ہلکی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اپنے علاوہ سب کو جاہل مطلق سمجھتی ہیں ایسے ایسے فتوے صادر کرنے لگتی ہیں کہ متعلقین کا ناطقہ بند ہوجاتا ہے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میکے آکر بیٹھ رہتی ہیں کہ اپنے ماسوا کسی کو کچھ سمجھتی ہی

نہیں۔

کیونکہ جو تین قیمتی سال وہ اپنے ماں باپ کے سائے میں رہ کر سسرال کے آداب اور اخلاق سیکھ سکتی اور جو اہم ترین تین سال اس کی زندگی اُس کے مستقبل کے لئے بنیاد بن سکتے تھے ماں باپ اور گھر کے بڑے بوڑھوں سے سینکڑوں میل دور گذر گئے۔ اس طرح اُسے یہ تو معلوم ہوگیا کہ وضو اور غسل میں کتنے فرض ہیں لیکن یہ نہ سیکھ سکی کہ سسرال والوں سے گذر بسر کیسے کی جائے چھوٹے بڑوں سے گفتگو کیسے کی جائے۔

اس لئے اس معاملے میں میرا مسلک اور عمل وہی ہے جو اکابر اسلاف کا اور خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا تھا اور اسی کو بہتر اور اس کے علاوہ کو نامناسب سمجھتا ہوں والسلام۔

سلسلہ صفحہ ۷۷ کا

شبہ نہیں کیا جاسکتا اس سے مجھے اپنے کام کی صداقت وحقانیت کا اطمینان ہوتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ میرے کاموں کے اندر چھپی ہوئی تڑپ، درد، کرب وکراہتی ہوئی روح اور جذبۂ اصلاح وتعمیر کو پوری بصیرت وانصاف کے ساتھ محسوس فرمائیں گے اور اپنی دعوات صالحہ اور ہدایات ومشوروں سے نوازتے رہیں گے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔

والسلام

محمد ابراہیم یوسف باوا تبلیغی رنگونی

DAWAT-E-HAQ (QUARTERLY)
MANORWA SHARIF, P.O.: SOHMA
Via BITHAN, Dist.: SAMASTIPUR - 848207
BIHAR, INDIA
Phone: 06244-280331 Mobile:9849469342

امتیازات وخصوصیات

ایک ایسا رسالہ

- ☆ جو اس دور کی پیداوار ہو
- ☆ جو خود احتسابی کا نتیجہ ہو
- ☆ جو معرفت حق کے ساتھ معرفت نفس کا بھی درس دے
- ☆ جو باہر کے ساتھ اندرونی حالات وکیفیات کی بھی عکاسی کرے
- ☆ جو انصاف کے باب میں جماعتی امتیاز کا قائل نہ ہو
- ☆ جو دعوت وتبلیغ کا علمبردار ہو مگر اس کو ایک شکل میں محدود کرنے کے بجائے
- ☆ اس کو پوری وسعت کے ساتھ برتنے کا قائل ہو
- ☆ جو ہماری دینی ودعوتی زندگی کے تمام شعبوں میں پھیلی ہوئی کمزوریوں کا احتساب کرے
- ☆ جسے لومۃ لائم کی پرواہ نہ ہو
- ☆ جو بزرگوں اور سلف صالحین کی روایات کا پابند ہو
- ☆ جو حقیقی اور غیر حقیقی درآمدات میں امتیاز کرنے کا شعور پیدا کرے۔
- ☆ جو آفاق سے زیادہ انفس پہ نگاہ رکھے اور دوسروں سے زیادہ خود کو تلقین کرے۔
- ☆ یہ ہیں اس رسالہ کے امتیازات وخصوصیات اور ہمارے اغراض ومقاصد۔

(اداریہ سے ماخوذ)